اُلٹی ہو گئی سب تدبیریں

فرحت اشتیاق



اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں

وہ تینوں علیا کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھی تھیں جب علی بن بلائے مہمان کی طرح اچانک نازل ہو گیا۔

''تمیز نہیں ہے تمہیں اس طرح بغیر ناک کیے کسی کے کمرے میں آنا انتہا درجے کی جہالت ہے۔''

زرین جو علیا کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی فکرمند تھی علی کی بے وقت کی آمد پر بری طرح چڑ گئی تھی۔

''سوری......'' اس نے خلاف عادت فوراً معذرت کی تھی۔

''ویسے یہ میری پیاری اپیا منہ بسورے کیوں بیٹھی ہیں؟'' وہ ان تینوں کے درمیان گردن لٹکائے بیٹھی ہوئی علیا کی طرف اشارہ کر کے بولا تو وہ کاٹ کھانے والے انداز میں چلائی۔

''تم سے مطلب......؟ میری مرضی میں جیسے چاہے بیٹھوں۔''

علی سے تو وہ ویسے بھی سخت چڑی ہوئی تھی۔ کل رات ہی تو اس نے اور دانش نے مل کر اس کے بنائے ہوئے لوکی کے کبابوں کا دل کھول کر مذاق اڑایا تھا۔ کتنی محنت سے اور بڑا دل لگا کر اس نے رات کے کھانے میں لوکی کے کباب بنائے تھے۔

''ارے آج پھر ''بینا کا دستر خوان'' کچن میں موجود ہے، لگتا ہے آج پھر ہمارے صبر کا امتحان لیا جانے والا ہے۔'' دانش پانی پینے کچن میں آیا تو کچن ٹیبل پر رکھی کتاب دیکھ کر بڑبڑایا مگر یہ بڑبڑاہٹ اتنی بلند تھی کہ کوکنگ رینج کے پاس کھڑی علیا بھی سن لے۔ دانش سے اس کی یوں بھی ذرا کم ہی بنتی تھی۔ ایک تو وہ غصے کی تیز تھی اور دوسرے دانش بدتمیزی کی حد تک منہ پھٹ۔

''کون تمہارے ہاتھ پاؤں جوڑ رہا ہے کہ میرا پکایا ہوا کھاؤ۔'' وہ غرائی تھی۔

''میں اپنے لیے کب فکرمند ہو رہا ہوں۔ اصل فکر تو مجھے جنت اور اس کے گھر والوں کی صحت کی ہے۔''

جنت ان کے گھر کام کرنے والی ماسی کا نام تھا۔

''سچی بات تو یہ ہے مائی ڈیئر کزن کہ اگر کتابیں پڑھ کر کھانا پکانا آ جایا کرتا تو تمہاری طرح کی تمام پھوہڑ لڑکیاں اپنے اپنے شوہروں کے دلوں پر راج کر رہی ہوتیں۔''

اور پھر صرف اس پر ہی اکتفا نہیں تھا، کھانے کی میز پر بیٹھ کر اس نے علی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ ٹھیک ہے کباب زیادہ اچھے نہیں بنے تھے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ لوکی میں دوسری سبزیوں کے مقابلے میں نمک مرچ ذرا کم ڈلتا ہے۔ تھوڑے سے مسالے تیز ہو گئے تھے اور تو کوئی خرابی نہیں تھی مگر وہ دونوں مل کر کباب ہاتھوں میں اٹھا کر حیرت سے دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''واقعی یہ لوکی کے کباب ہیں؟ کیا لوکیوں پر اتنا برا وقت آ چکا ہے۔ ویسے یہ لوکی کالے رنگ کی کب سے ہونے لگی؟''

داجی اور طیب انکل کھانے کی میز پر موجود نہیں تھے اسی لیے ان دونوں کا حوصلہ اور بھی بڑھا ہوا تھا۔ اس لیے اس وقت وہ علی کی شکل دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئی تھی۔ چلو دانش تو تھا ہی سدا کا بدتمیز مگر یہ علی بڑی بہن کا مذاق اڑاتے ہوئے اسے ذرا شرم نہ آئی تھی۔

''کیا کام ہے تمہیں، جلدی سے پھوٹو اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔'' شیریں نے علیا کے تیور بھانپتے ہوئے فوراً کہا تھا۔

''وہ شیریں آپی! مجھے دراصل آپ لوگوں سے تھوڑی سی ہیلپ چاہیے تھی۔'' وہ سر کھجاتے ہوئے مصالحانہ انداز میں بولا تھا۔

''اصل میں آج ہم لوگوں کی نیٹ پریکٹس ہے، کل فائنل ہے نا ہم لوگوں کا۔ آپ لوگوں کو تو پتا ہی ہے آپ کا بھائی ٹیم کا کیپٹن ہے اور اگر کیپٹن ہی نیٹ پریکٹس کے وقت موجود نہ ہو تو ٹیم کا مورال کون بڑھائے گا۔''

اس کی شکل پر ڈھیر ساری معصومیت اور اپنائیت چھلکنے لگی تھی۔ علیا کو اس کی معصوم شکل دیکھ دیکھ کر غصہ چڑھ رہا تھا جبکہ زرین کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ بات تو سب ہی کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ طاہرہ آنٹی بچوں کی پڑھائی کے معاملے میں جتنی سخت اور ظالم تھیں ان سے یہ توقع رکھی ہی نہیں جا سکتی تھی کہ وہ علی کے ٹیوشن پڑھنے کے ٹائم پر اسے کرکٹ کھیلنے کی اجازت دے دیتیں۔ کرکٹ کھیلنے کی اجازت بھی اسے داجی کی وجہ سے ملی ہوئی تھی جن کا خیال تھا کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ کھیل کود بھی بچوں کی صحت کے لیے ضروری ہوتے ہیں ورنہ طاہرہ آنٹی کا بس چلتا تو وہ چوبیس گھنٹے علی کو کتابوں میں کھویا ہوا دیکھنا پسند کرتیں۔ جب سے وہ نائنتھ کلاس میں آیا تھا پڑھائی کے معاملے میں سختیاں اور بھی بڑھ گئی تھیں۔

''میٹرک اور انٹر کے چار سال کیریئر کے اہم ترین سال ہوتے ہیں۔ جنہیں کچھ بننا ہوتا ہے وہ ان چار سالوں میں دن رات ایک کر دیتے ہیں پڑھائی میں۔'' صبح شام یہ جملے علی کی سماعتوں کی نذر کیے جاتے۔

''میری پیاری بہنو! میں آپ لوگوں کی مدد کا طالب ہوں۔ مما تو کھانے کے بعد سونے لیٹ جائیں گی، آپ لوگ کچھ ایسا چکر نہیں چلا سکتیں کہ سر آج نہ آئیں۔ اگر وہ نہیں آئے تو میرا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔'' وہ باقاعدہ منت پر اتر آیا تھا۔

''کیا آپ لوگوں کا G-4 گروپ اتنا بے بس ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔''

وہ ان لوگوں کو خاموش بیٹھا دیکھ کر جذباتی بلیک میلنگ پر اتر آیا۔ ان لوگوں کا گروپ G-4 گروپ کہلاتا تھا اور یہ نام زرین کا تجویز کردہ تھا۔ G-4 دراصل Genius-4 کا مخفف تھا۔

''ٹھیک ہے، ہم تمہاری مدد کے لیے تیار ہیں لیکن اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملے گا۔'' جویریہ نے فوراً کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی پر عمل کیا تھا۔

''جو آپ لوگ چاہیں گی میں کروں گا۔ بس پلیز میری مشکل آسان کروا دیں، میرا آج جانا بہت ضروری ہے۔''

اس کا منت بھرا انداز دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی علی ہے جو پرسوں شیریں کی فرینڈز کی آمد کے موقع پر سموسے لا کر دینے سے صاف انکار کر چکا تھا۔ اس کا ہمیشہ یہی انداز ہوا کرتا تھا مطلب کے وقت ہاتھ پاؤں جوڑنے کھڑا ہو جاتا اور مطلب پورا ہوتے ہی تم کون ہم کون۔ اس کی طوطا چشمی اور مطلب پرستی ان سب کی ہی جان جلاتی تھی۔

''ٹھیک ہے، لیکن اس بار ہم تمہارے وعدوں پر اعتبار کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اس لیے کہ اس سلسلے میں تمہارا ریکارڈ خاصا خراب ہے۔ایک پاؤ املی، دو لیٹر گلو کی ونیلا آئس کریم اور آدھ درجن آلوؤں والے سموسے، بس یہ ہے ہم لوگوں کی ڈیمانڈ۔ اگر منظور ہے تو ٹھیک ہے، تمہارا کام ہو جائے گا۔''

زرین نے جلدی سے سوچتے ہوئے ان چاروں کی پسندیدہ چیزوں کے نام لیے تھے۔اس کا فرمائشی پروگرام سن کر وہ اچھل پڑا تھا۔

''رحم کریں مجھ پر، اتنے پیسے کہاں ہیں میرے پاس۔''

''اچھا بیٹا ہمیں چلا رہے ہو، کل داجی نے علامہ اقبال کے شعر کا دوسرا مصرع صحیح سنانے پر تین سو روپے کسے دیئے تھے۔'' جویریہ نے ابرو اچکا کر کہا۔

داجی بچوں کا ادبی اور علمی ذوق بڑھانے کے لیے اکثر بیٹھے بیٹھے اس طرح کے سوال پوچھا کرتے تھے۔ کبھی کسی مشہور شعر کا ایک مصرع سنا کر کہتے کہ جو دوسرا مصرع سنائے گا اسے انعام ملے گا۔

کبھی ''شاہد نے زاہد کو سو روپے ادھار دیئے، زاہد نے اگلے ماہ ان میں سے تینتیس روپے لوٹا دیئے لیکن پندرہ روز بعد اسے دوبارہ پیسوں کی ضرورت پڑی تو اس نے شاہد سے بہتر روپے مزید ادھار لیے۔ایک سیکنڈ میں جواب دو کہ زاہد نے کل کتنے روپے ادھار لیے ہوئے ہیں۔''

وہ چاروں شعر و شاعری اور حساب کتاب دونوں ہی سے بے پناہ مانگتی تھیں۔اشعار ان کے سروں کے کئی فٹ اوپر سے گزر جایا کرتے تھے اور حساب کتاب کا یہ عالم تھا کہ کبھی طاہرہ آنٹی، شگفتہ آنٹی یا دلہن چچی کے بغیر بازار چلی جاتیں تو اس فکر میں کہ کہیں دکان دار چکمہ نہ دے دے فوراً بیگز میں سے کیلکو لیٹر نکل آتا تھا۔اب چاہے دکان دار انہیں جلدی جلدی کیلکو لیٹر پر ہاتھ مارتا دیکھ کر زیر لب مسکرا رہا ہے ان کی بلا سے۔کوئی حرام کا پیسہ تو آنہیں رہا تھا جو بندہ آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے۔یہی وجہ تھی کہ وہ چاروں کبھی بھی انعام کی حقدار قرار نہیں پائی تھیں۔زیادہ تر علی، دانش، دلہن چچی، چاچو یا اسد بھائی ہی انعام جیت لیا کرتے تھے۔علی ان لوگوں کی یادداشت پر جز بز ہو رہا تھا دوسروں کی ٹوہ میں رہنا تو کوئی ان لوگوں سے سیکھے۔حالانکہ جب داجی نے پیسے دیئے یہ لوگ تھیں بھی نہیں، پھر بھی پتا نہیں کہاں سے دیکھ لیے پیسے۔

''تمہیں منظور نہیں تو کوئی بات نہیں۔'' اسے سوچ میں دیکھ کر شیریں کندھے اچکا کر بولی۔

''نہیں نہیں مجھے منظور ہے۔'' وہ غصہ دباتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ گدھے بلکہ گدھیوں کو باپ بنا لیا جائے۔

''جاؤ پھر کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ہمیں ہمارا سامان لا دو اور پھر بے فکر ہو کر اپنی پریکٹس کرنے چلے جاؤ۔ہم لوگ سب سنبھال لیں گے۔''

جویریہ نے بڑی بہنوں والے رعب سے کہا تھا۔علیا اس تمام گفتگو کے دوران خاموش رہی تھی۔علی کے کمرے سے نکلتے ہی وہ ان لوگوں پر بگڑی تھی۔

''کیا ضرورت ہے اس بدتمیز کو منہ لگانے کی۔کل اس نے دانش کے ساتھ مل کر میرا کتنا دل جلایا تھا۔اب کیسی معصوم شکل بنائے کھڑا تھا۔''

اسے رہ رہ کر اپنا کل کا مذاق اڑایا جانا یاد آ رہا تھا۔

''مما کو پتا چل گیا تو خوامخواہ ڈانٹ الگ پڑ جائے گی۔'' وہ ان لوگوں کو طاہرہ آنٹی کا نام لے کر ڈرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

''کل کی بات تو تم رہنے ہی دو۔ تمہاری خاطر مروت میں ایک کباب کھا لیا تھا۔ رات بھر عجیب حالت رہی۔ دلہن چچی نے آج سارے کباب تھیلی میں بھر کر جنت کو دیئے ہیں۔ یہ تو اماں ابا کا گھر ہے تو سب خاموش رہے سسرال میں اپنے عجوبے پکاؤ گی تو ساس ایسی ایسی سنائے گی کہ دانش کی باتیں تمہیں مذاق محسوس ہوں گی۔''

جویریہ کبھی کبھی اس طرح کلمہ حق بلند کر کے علیا کا دل جلایا کرتی تھی۔

''تم لوگوں کا جو دل چاہے کرو۔ میں کسی پروگرام میں شریک نہیں ہو رہی۔'' وہ جویریہ کے کمنٹس پر چڑ کر جلے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

''کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو۔ آپس میں ہی لڑنے لگیں۔ یار! سوچو کتنا مزہ آئے گا علی سے اتنی ساری چیزیں بھی بٹوریں گے اور اس کے سر کے ساتھ کیا کرنا ہے وہ بھی میرے ذہن میں آ گیا ہے اور یقین کرو، بڑا مزے دار آئیڈیا آیا ہے۔'' ان کے گروپ میں ترکیبیں سوچنے کا کام زرین کرتی تھی۔ سو اس نے فوراً ہی اپنی ذمہ داری پوری کر دی تھی۔ علیا اس کی بات کے جواب میں کچھ کہے بغیر ہنوز ناراض شکل لیے بیٹھی تھی۔

''غداری کی سزا موت ہے۔'' جویریہ نے اسے G-4 گروپ کے آئین کا ایک نکتہ یاد دلایا۔ جواباً وہ ناک سکوڑے خاموش رہی تھی۔

''سوچنے کا وقت نہیں ہے جلدی جواب دو، تم ہمارے ساتھ ہو یا نہیں۔ کوئی درمیانی حالت قابلِ قبول نہیں۔ اگر ہمارے ساتھ ہو تو بغیر چون و چرا ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ ورنہ......''

شیریں نے پچھلے دنوں امریکی صدر کی تقریر ذرا زیادہ ہی غور و فکر سے دیکھ لی تھی۔ اسی لیے آج کل ہر بات میں اسی نوعیت کے جملے بولے جانے لگے تھے۔ ناچار اسے ان لوگوں کی بات ماننی ہی پڑی تھی۔ جتنی دیر میں علی ساری چیزیں لایا زرین سارا پروگرام ان لوگوں کے گوش گزار کر چکی تھی۔

''السلام علیکم!'' علی کے سر جو دانش کے دوست بھی تھے انہیں شیریں نے پرخلوص انداز میں سلام کیا تھا۔ ایسی جگہ جہاں بہت زیادہ معصومیت ظاہر کرنی ہوتی تھی شیریں کو آگے کیا جاتا تھا۔ اپنی بھولی بھالی شکل کا وہ خوب فائدہ اٹھایا کرتی تھی۔ اس کے چہرے پر پھیلی معصومیت اور سادگی دیکھ کر کوئی یقین ہی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ حسب پروگرام سر کی آمد پر گیٹ شیریں ہی نے کھولا تھا۔ وہ اس کے سلام کا جواب دیتا اندر آنے لگا تو شیریں جھٹ سے بولی۔

''سر! آج علی نہیں پڑھے گا۔ وہ ہماری دادی جان کی چھوٹی بہن کا انتقال ہو گیا ہے۔ پریشانی میں خیال نہیں رہا ورنہ آپ کو فون کر کے ہی منع کر دیتے۔ خوامخواہ آپ کا چکر لگا۔''

آنکھوں میں آنسو لیے وہ آہستہ آواز میں بولی تو سر کا دل ایک دم پسیج گیا۔

''نہیں نہیں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ظاہر ہے آپ لوگ بہت زیادہ پریشان ہوں گے۔'' وہ اس کی افسردہ شکل بڑے دکھ سے دیکھ رہا تھا۔ (شاید یہ لوگ ان سے بہت زیادہ پیار کرتے ہوں گے تب ہی بے چاری اتنی غمزدہ لگ رہی ہے۔)

سر نے بائیک اسٹارٹ کی تو شیریں ٹیرس پر سے جھانکتی زرین، علیا اور جویریہ کو انگلیوں سے وکٹری دکھاتی ہوئی اندر آ گئی تھی۔

سموسے تو ان لوگوں نے اسی وقت گرما گرم کھا لیے تھے۔ طاہرہ آنٹی سو کر اٹھیں تو از خود ہی سمجھ لیا کہ آج جواد نے چھٹی کر لی ہے۔ علی کی غیر موجودگی کے بارے میں البتہ انہوں نے زرین سے پوچھا تھا۔

''اس کے سر تو آئے نہیں تھے۔ دوپہر میں ایک گھنٹہ کیمسٹری پڑھ کر پھر وہ کرکٹ کھیلنے چلا گیا۔''

انہوں نے بغیر کوئی اعتراض کیے گردن ہلا دی تو ان چاروں نے سکون کا سانس لیا مگر یہ سکون عارضی ثابت ہوا تھا۔ رات میں جب خوب نمک مرچ لگا لگا کر املی کھاتے ہوئے HBO پر My best friend's wedding دیکھی جا رہی تھی اس وقت علی دندناتا ہوا ان لوگوں کے کمرے میں گھسا تھا۔

''سر! اپنی امی کے ساتھ ابھی ابھی تشریف لائے ہیں۔'' وہ غصے سے بولا تھا۔

''ہائے اللہ وہ امی کو لے آئے۔ مجھے دوپہر کو ہی شک ہو رہا تھا میری طرف دیکھ بھی تو کیسی میٹھی میٹھی نظروں سے رہے تھے۔'' شیریں دوپٹے سے آنکھیں اور ناک صاف کرتے ہوئے اٹھلائی تھی۔

''بلی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔'' علی جل کر بولا تھا۔ ''پتا نہیں ان سے کیا کہا تھا کہ وہ اپنی امی کو لے آئے ہیں۔ پتا نہیں کیا کہہ رہے تھے کس کے انتقال کی تعزیت کرنے آئے ہیں۔ جلدی جائیں، اب بیٹھی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہیں''

وہ اپنی متوقع ڈانٹ پھٹکار اور ان لوگوں کے بوگس پلان پر تپ رہا تھا۔ ہوائیاں تو ان لوگوں کی بھی اڑ گئی تھیں۔ جلدی سے دوپٹہ ٹھیک کرتی شیریں اور جویریہ ڈرائنگ روم کی طرف بھاگی تھیں تاکہ سچویشن کنٹرول کر سکیں۔

''بہت افسوس ہوا مجھے تو جب جواد نے بتایا میں اسی وقت سے آنے کے لیے بے چین ہو رہی تھی۔ خوشی میں انسان شریک ہو نہ ہو، غم میں تو ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہی چاہیے۔'' وہ دادی جان سے مخاطب تھیں جو انہیں حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ ڈرائنگ روم میں دادی جان اور دانش موجود تھے۔ حیرت تو دانش کے چہرے پر بھی چھائی ہوئی تھی مگر ان دونوں کو اندر آتا دیکھ کر وہ فوراً سمجھ گیا کہ ضرور اس کے پیچھے انہیں لوگوں کی کوئی کارستانی ہے۔

''ویسے انہیں ہوا کیا تھا؟ کیا پہلے سے بیمار تھیں؟'' ان کے اپنائیت بھرے استفسار پر دادی انہیں یوں دیکھنے لگیں جیسے ان کی دماغی حالت پر شک کر رہی ہوں۔

''بیمار و یمار کیا آنٹی! اچھی بھلی بیٹھی پان لگا رہی تھیں کہ ہارٹ فیل ہو گیا، وہیں تخت پر ہی دم توڑ دیا۔ سب کہہ رہے تھے کہ چھوٹی اماں کا پانوں سے عشق اتنا شدید تھا کہ اس حال میں دم دیا کہ پاندان سرہانے، پان ایک ہاتھ میں اور سروتا دوسرے ہاتھ میں۔''

شریں دادی جان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی جلدی جلدی بولنا شروع ہو گئی تھی۔ اب جلدی میں بات سنبھالنے کی دھن میں اگر اوٹ پٹانگ باتیں منہ سے نکل رہی تھیں تب بھی خیر تھی۔

''دادی جان نے تو ان کے ہاتھوں کا لگا وہ پان بڑی احتیاط سے سنبھال کر اپنے پاس ہی رکھ لیا ہے۔''

دانش سنجیدگی سے بولا تو ان دونوں کے ساتھ ساتھ دادی جان اور جواد نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا جبکہ اس کی امی بڑے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''ظاہر ہے، اس میں سے بہن کے ہاتھوں کی خوشبو آرہی ہوگی، صبر بھی آتے آتے ہی آئے گا۔'' وہ بے چاری پرانے وقتوں کی سیدھی سادی خاتون تھیں۔ جواد البتہ ان لوگوں کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے پاگلوں کو دیکھا جاتا ہے۔ مرنے والی سے زیادہ وہاں پان موضوع بحث بنے ہوئے تھے۔

''پان بھی تو وہ ایسے ویسے نہیں کھاتی تھیں، بڑی پہچان تھی انہیں پانوں کی۔ بنگلہ دیش سے آتے تھے ان کے لیے پان اور چھالیہ انڈیا سے۔ چھالیہ کھانے میں بھی ان کا یہ انداز ہوا کرتا تھا کہ اوپر اوپر کا کھوپرے والا پورشن کھایا کرتی تھیں باقی پھینک دیا کرتی تھیں۔''

دانش دادی اماں کی چھوٹی بہن کی یاد میں بڑے دکھ بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔ پانوں کی وہ خود بھی شوقین معلوم ہو رہی تھیں اسی لیے گفتگو کا رخ خود بخود پانوں ہی کی طرف مڑ گیا تھا۔ دنیا میں سب سے پہلے پان کی کاشت کس ملک میں ہوئی؟ کتھا کس نے ایجاد کیا اور چونا کس کی دریافت ہے۔ وہاں کافی دیر تک یہی باتیں ہوتی رہی تھیں۔

رخصت ہوتے وقت جواد دانش کے پاس آکر سرگوشی میں کچھ بولا جس کے جواب میں دانش نے ہنستے ہوئے کچھ کہا تھا۔ بات کے اختتام پر وہ دونوں ہنس پڑے تھے۔ بات تو سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ دانش نے اسے صحیح بات بتا دی ہے۔

''جس گھر کے بڑوں کا یہ حال ہوگا وہاں کے بچے تو جو نہ کریں کم ہے۔'' دادی جان ان لوگوں پر برس رہی تھیں۔ ''کیا عزت رہ جاتی ان کی نظر میں ہم لوگوں کی اگر انہیں پتا چل جاتا کہ اس گھر کی لڑکیاں اتنی بے لگام اور بے ہودہ ہیں۔

تھوڑی دیر تو وہ چاروں سر جھکائے ڈانٹ پھٹکار سنتی رہیں مگر کب تک۔ دانش وہیں بیٹھا اس سچویشن کا مزہ لے رہا تھا یہی بات ان لوگوں کو مزید تپا رہی تھی۔

''آپ لوگ اتنی بے جا روک ٹوک کرتے ہی کیوں ہیں کہ بچے پھر اپنے لیے چور دروازے تلاش کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ بھئی اب ایک بچہ پڑھائی میں اچھا ہے۔ ہمیشہ اے اور اے پلس لاتا ہے تمام مضامین میں۔ اس پر اگر زبردستی کتابوں کو لادنے کی کوشش کی جائے گی تو وہ ایسے جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جائے گا۔ کم سے کم میں تو ایسی پڑھائی کو نہیں مانتی، کیوں داجی! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا۔''

زرین نے خبرنامہ دیکھتے داجی کو شاملِ گفتگو کیا تھا۔ طاہرہ آنٹی خون آشام نگاہوں سے ان چاروں کو گھور رہی تھیں۔

''تمہاری تو میں ماں کو فون کرتی ہوں کہ بلاؤ اپنی صاحبزادی کو روز کوئی نہ کوئی نیا تماشا کھڑا کر کے رکھتی ہے۔ گھر کی باقی لڑکیوں کو بھی بگاڑ رہی ہے۔ پہلے ہی یہ کون سی تمیز دار تھیں، تمہارے ساتھ نے مزید چار چاند لگائے ہیں۔''

اپنے بارے میں اتنے برے ریمارکس پر وہ فوراً ہی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہوا تھا کہ علی کو ڈانٹ نہیں پڑی تھی۔ طاہرہ آنٹی کو داجی نے کچھ بھی کہنے سے منع کر دیا تھا۔

''تم زیادہ ہی روک ٹوک کرتی ہو بچوں پر، میں خود علی کو موقع دیکھ کر سمجھا دوں گا۔

انہوں نے ان لوگوں کے جاتے ہی طاہرہ آنٹی سے کہا تھا۔ سچی بات تو یہ تھی کہ اس گھر میں ان لوگوں کا سب سے اسٹرونگ ووٹ داجی کا تھا۔ وہ ان لوگوں کے سب سے بڑے حمایتی تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان چاروں ہی کی وجہ سے اس گھر میں تمام تر رونق ہے۔ داداجی بولتے بولتے ان لوگوں نے اختصار سے کام لیتے ہوئے انہیں داجی کہنا شروع کر دیا تھا اور ان لوگوں کی دیکھا دیکھی زرین بھی انہیں داجی ہی کہتی تھی۔

اسے اپنی ننھیال میں رہتے چار سال ہو گئے تھے۔ امی ابو اور دونوں چھوٹے بھائی ناروے میں رہتے تھے۔ امی کا اسے مستقل یہاں چھوڑنے کا ارادہ نہیں تھا، وہ تو بس یہ چاہتی تھیں کہ بیٹی چند ماہ کراچی میں رہ کر پاکستانی کلچر وغیرہ اچھی طرح سمجھ جائے مگر اس کا یہاں ایسا دل لگا کہ واپس جانے سے صاف انکار کر دیا۔ تب ان چاروں نے فرسٹ ایئر میں ایک ساتھ ایڈمیشن لے لیا تھا اور انہیں دنوں G-4 بھی تشکیل پا چکا تھا۔ اب وہ صرف چھٹیوں ہی میں اوسلو امی ابو سے ملنے جایا کرتی تھی۔

''چھوڑو بھی تم، دادی جان کی باتوں کو دل سے لگانے کی کوئی ضرورت نہیں، انہیں بس عادت ہے ہم لوگوں کی برائیاں کرنے کی۔''

جویریہ بڑے دردمندانہ انداز میں زرین کو سمجھا رہی تھی جو اس وقت سے مسلسل منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

''خود کو تو کبھی توفیق ہوئی نہیں کہ مرحومہ بہن کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی یا کوئی نذر نیاز کروالیں، ہم نے اگر ان کی پندرہ سال قبل انتقال کی گئی بہن کا ذکر تازہ کر دیا تو گناہ گار ٹھہرے۔ بھئی سب نے ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی ہی کے لیے دعا کی ناں، اس میں برائی کیا ہے اور ویسے بھی وہ ان کی بہن تھیں تو ضرور ان ہی جیسی ہوں گی۔ ویسے تو کوئی مشکل ہی سے مرحومہ کو اچھے لفظوں میں یاد کرتا ہوگا۔''

پوتیوں میں دادی جان کے سب سے برے تعلقات شیریں کے ساتھ تھے اسی لیے وہ جلے کٹے انداز میں بول رہی تھی۔ جب سے انہوں نے اس کے پارلر جانے پر پابندی لگائی تھی وہ ان سے سخت ناراض تھی۔ ''یہ بھی کوئی بات ہے، آئی بروز نہ بنواؤ گناہ ہوتا ہے، بال نہ کٹواؤ، اب گنتی کے چار بال ہیں سر پر زبردستی چوٹی رکھنے کا فائدہ بندہ کوئی اچھا سا کٹ ہی کروالے۔ کم از کم کچھ ماڈرن لک ہی آ جائے گا۔''

''ہاں اور کیا شیریں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے، بس تم اپنا موڈ ٹھیک کرلو۔'' جویریہ نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

''تم لوگوں کی بے سروپا حرکتوں کی وجہ سے میرا مسئلہ درمیان میں ہی رہ گیا۔ اب بھی کسی کو توفیق نہیں ہو رہی کہ پوچھ ہی لے ''علیا پیاری تم اتنی اداس کیوں ہو۔''

علیا نے شکوہ کیا تو زرین سمیت وہ سب ایک دم ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ یہ تو ان کے گروپ کا سب سے اہم اصول تھا کہ کسی ایک کی پریشانی ان سب کی پریشانی تھی اور دوپہر میں وہ لوگ اسی وجہ سے تو علیا کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھی تھیں۔ دو تین روز سے ہی وہ انہیں بہت چپ چپ اور پریشان لگ رہی تھی۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور معمول کی شرارتوں میں بھی شامل نہیں ہو رہی تھی۔ ایسی صورتِ حال میں ان لوگوں کا فکر مند ہونا لازمی تھا اور ابھی وہ وجہ دریافت کر ہی رہی تھیں کہ علی کی آمد نے سارا معاملہ ہی چوپٹ کر دیا تھا۔ سب کی توجہ خود پر مرکوز دیکھ کر علیا صاحبہ نے مزید دکھیاری شکل بنالی تھی۔ کافی دیر کی منت سماجت کے بعد اس نے اپنا مسئلہ بیان کیا تھا۔

''G-4 کی عزت خاک میں ملنے والی ہے۔ میں فیل ہونے جا رہی ہوں اور اس بار مجھے فیل ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔''

مسئلہ پریشان کن تو تھا مگر حیران کن نہیں۔ علیا کو دنیا کے ہر کام سے دلچسپی تھی سوائے پڑھائی کے۔ دانش تو اکثر طاہرہ آنٹی سے کہتا تھا۔

''آپ کے ڈنڈوں کی بدولت یہ بی ایس سی تک پہنچ گئی ہے ورنہ میرے حساب سے اس کا میٹرک سے آگے جانا مشکل تھا۔''

طاہرہ آنٹی گائناکولوجسٹ تھیں۔ ان کا اپنا میٹرنٹی ہوم تھا۔ کتنا ارمان تھا انہیں کہ ان کے تینوں بچوں میں سے کوئی ایک ڈاکٹر بن جائے۔ جویریہ پڑھائی میں اچھی تھی مگر اس کا رجحان کمپیوٹر کی طرف تھا، علی کو میتھس میں بہت انٹرسٹ تھا یقیناً اس کا جھکاؤ انجینئرنگ کی طرف تھا، لے دے کر علیا ہی بچی تھی اور وہ اتنی نالائق ثابت ہوئی تھی کہ انٹر میں اتنے نمبر بھی نہیں لا پائی تھی کہ انٹرٹیسٹ میں بھی بیٹھ سکے۔ بی ایس سی میں داخلے کے وقت اسے سینٹ جوزف میں ایڈمیشن بھی حامد انکل کے اثر ورسوخ کی وجہ سے مل سکا تھا۔ چار و ناچار وہ صبر کر گئی تھیں مگر یہ بات تو وہ یقیناً کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی تھیں کہ ان کا کوئی بچہ سپلی لگوائے۔ پڑھائی کے معاملے میں جتنی دھمکیاں اور ڈانٹیں علیا نے سنی تھیں اتنی اس گھر کے کسی بچے نے نہیں سنی تھیں۔ ان کی ڈانٹ کے خوف سے کالج پابندی سے جاتی، تمام کلاسز اٹینڈ کرتی، شام میں کوچنگ سینٹر جاتی مگر فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔

''اب ضروری تو نہیں کہ اس گھر کے تمام بچے خوب عالم فاضل اور اعلیٰ تعلیم یافتہ کہلائیں۔ بھئی کسی کسی کا رجحان نہیں بھی ہوتا پڑھائی کی طرف اور ویسے بھی ذہانت ڈگریز کی محتاج نہیں ہوتی۔ شیکسپیئر کون سا اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا۔ ایڈیسن نے کون سا آکسفورڈ یا ہاورڈ سے ڈگری لی ہوئی تھی۔''

اپنے حق میں اس کے پاس اس قسم کے دلائل کا انبار تھا جنہیں وہ وقتاً فوقتاً اہلِ خانہ کے گوش گزار کرتی رہا کرتی تھی مگر ان کی سمجھ میں بات ہی نہیں آتی تھی۔ اس کی پڑھائی سے بیزاری کی سب سے بڑی گواہ یہ تینوں ہی تھیں۔ انٹر تک جب وہ سب ایک ہی کالج میں ساتھ ساتھ پڑھتی تھیں، ان لوگوں کو اس کی کتنی زیادہ مدد کرنی پڑتی تھی۔ فرسٹ ایئر میں فزکس کے پریکٹیکل کے وقت ایکسٹرنل کی نظروں سے بچ بچا کر اس کے لیے ریڈنگ زرین نے لی تھی اور گراف جویریہ نے بنا کر دیا تھا۔ سیکنڈ ایئر کے امتحانوں میں جب اس کی کیمسٹری کی بالکل بھی تیاری نہیں ہو پا رہی تھی تو ان تینوں نے مل کر اسے اہم سوالات نکال کر دیئے تھے کہ یہی رٹ لو کم از کم پاسنگ مارکس تو آ ہی جائیں گے۔ تب بھی جس روز پیپر تھا اس کی حالت غیر تھی۔ رو رو کر آنکھیں سجا لی تھیں۔ زیادہ خوف اس بات کا تھا کہ اگر فیل ہو گئی تو مما قتل کر دیں گی۔

''کاش ہماری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو جائے۔'' پیپر دینے کے لیے سینٹر جاتے ہوئے راستے میں اس نے حسرت بھرے انداز میں کہا تو ڈرائیور نے بھی گردن گھما کر اسے بغور دیکھا تھا۔

''پاگل ہو رہی ہو، جو منہ میں آ رہا ہے بکے جا رہی ہو۔''

جویریہ نے اسے ڈانٹا تو وہ بے وقوفانہ انداز میں بولی۔ ''زیادہ شدید نہیں بس ہلکی پھلکی چوٹیں آئیں۔ آج کا پیپر دینے سے بھی جان چھوٹ جائے گی اور دادی جان، مما اور شگفتہ آنٹی ہم لوگوں کی خوب ناز برداری کریں گی۔''

ایکسیڈنٹ تو خیر ان لوگوں کا نہیں ہوا تھا مگر تب ہی ان تینوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ طاہرہ آنٹی کے ڈنڈے اور جوتے بھی آگے زیادہ دیر

تک علیا بیگم کو چلنے نہیں دیں گے۔

انٹر کے بعد زرین نے ایس ایم سی میں ایڈمیشن لے لیا تھا اور تب ہی سے وہ طاہرہ آنٹی کی بہت پسندیدہ بن گئی تھی۔ چلو اپنی بیٹی نہ سہی نند کی بیٹی ہی سہی، گھر کا کوئی ایک بچہ تو ڈاکٹر بن جائے۔ انہوں نے صبر کر لیا تھا۔ شیریں کراچی اسکول آف آرٹ میں گرافکس کے شعبے میں تھی۔ اس شعبے کی جتنی ڈیمانڈ اور اسکوپ ہے اسی حساب سے سب نے اسے خوب سراہا تھا۔ جویریہ کراچی یونیورسٹی سے بی ایس کر رہی تھی۔ جویریہ اور علیا جڑواں تھیں۔ شکل وصورت میں بہت زیادہ مشابہت کے باوجود ان میں اتنا فرق بہر حال تھا کہ لوگ انہیں آسانی سے پہچان لیا کرتے تھے۔ لمبے قد، براؤن آنکھوں اور کرلی بالوں والی جویریہ تھی اور نسبتاً چھوٹے قد، کالی آنکھوں، لمبے سلکی بالوں اور بے تحاشا گوری رنگت والی علیا تھی۔

''یار! تم ہمت کرو، چلو ہم لوگ تمہیں پانچ سال کے پیپرز میں سے امپارٹنٹ نکال کر دے دیں گے۔ تم رٹے مار لینا۔'' کتنی دیر سے وہ سب اسے سمجھا رہی تھیں۔

''بس تم خود کو کمپوز کرو۔ کوئی نہیں تم فیل ویل ہو رہیں، اس سے پہلے تمہیں انٹر میں بھی یہی لگ رہا تھا اور بی ایس سی پارٹ ون میں بھی تم یہی کہہ رہی تھیں۔''

مگر وہ بختی سے اپنے موقف پر جمی ہوئی تھی۔

''تب کی بات اور تھی۔ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کتاب کھولتے ہی ایک کے دو نظر آنے لگیں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں کیمسٹری کے نوٹس کھولوں تو دل گھبرانے لگتا ہے، بک ہاتھ میں لوں تو چکر آنے شروع ہو جاتے ہیں اور اردو کا تو پوچھو ہی مت۔ سر درد سے پھٹنے لگتا ہے، ہاتھ پاؤں میں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔'' وہ تفصیلاً اپنی ساری کیفیت بتا رہی تھی۔

''میرا بس چلے تو یہ منحوس کیمسٹری جس نے ایجاد کی تھی اس کا گلا دبا دوں اور اردو۔'' اس نے دانت کچکچائے تھے۔ ''یہ شاعروں کو اتنے زیادہ عشق کس خوشی میں ہوتے تھے اور اگر ان کے محبوب کے ہونٹ گلاب کی پنکھڑی جیسے ہیں اور قد بوٹا ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔'' وہ تپے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

''اچھا اور باقی سبجیکٹس؟'' جویریہ نے پوچھا تو وہ ذرا سا سر جھکا کر شرمندگی سے بولی۔

''باقی سب سبجیکٹس کی بھی کوئی خاص تیاری نہیں مگر کیمسٹری اور اردو میں تو سپلی لازمی ہے۔ کیمسٹری میں نہ تو کوئی Equation یاد ہو پا رہی ہے نہ Derivations اور فارمولے۔'' اس کے جواب پر شیریں فوراً بولی تھی۔

''چلو کیمسٹری کو جانے دو لیکن اردو میں اگر سپلی لگی تو پھر تو واقعی طاہرہ آنٹی کے بقول تمہیں چلو بھر پانی میں ڈبکی لگا ہی لینی چاہیے۔ اگر بندہ اپنی قومی زبان میں فیل ہو جائے تو اس سے بڑی شرمناک بات اور کیا ہو سکتی ہے۔''

شیریں کے شرم دلانے والے انداز پر وہ بری طرح چڑ کر ایک دم اٹھی اور رائٹنگ ٹیبل سے اردو کی کتاب اٹھاتے ہوئے بولی۔

''انجامِ شاہ و گدا دو گز کفن اور تختہ و تابوت سے سوا نہیں۔ کسی نے ادھر سایا محمودی کو دیا یا تحریر کر بلا کسی کو گزی گاڑھا میسر ہوا، بہ صد

کرب و بلا۔ اس نے صندل کا تختہ لگایا اس نے بیر کے چیلوں میں چھپایا۔ کسی نے بعد سنگ مرمر کا مقبرہ بنایا۔ کسی نے مرمر کے گور گڑھا پایا۔ کسی کے مزار مطلا منقش، رنگا رنگ ہے۔ کسی کی مانند سینۂ جاہل گور تنگ ہے۔''

''ذرا اس کی تشریح فرمائیں گی آپ آنسہ شیریں طیب صاحبہ! آپ کی اردو دانی کے تو ہم یوں بھی قائل ہیں۔'' پیراگراف پڑھ کر سنانے کے بعد وہ طنزیہ انداز میں بولی تھی۔

''اچھا چلیں اسے رہنے دیں ذرا اس شعر کا مطلب ہی سمجھا دیں۔''

کیا کیا الجھتا ہے تری زلفوں کی تار سے

بخیہ طلب ہے سینۂ صد چاک شانہ کیا

شیریں نے کچھ شرمندگی کے عالم میں گردن نفی میں ہلا دی تھی۔

''بھئی جیسی اردو ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں، ڈراموں اور فلموں میں سنتے ہیں وہی ہو تو مشکل کیا ہے۔ سارا مسئلہ تو یہ ہے کہ جو الفاظ کبھی کہیں سنے پڑھے نہیں وہ سمجھنے پڑ رہے ہیں اور فائدہ؟ جب یہ الفاظ عام بول چال اور لکھنے لکھانے میں کام نہیں آنے تو ضرورت انہیں سمجھنے کی۔'' وہ مقررانہ انداز میں بولی تھی۔

''لیکن داجی کہتے ہیں آج کل اخبارات میں چھپنے والی اردو بالکل بھی معیاری نہیں ہوتی اور فلموں اور ڈراموں کو تو خیر تم رہنے ہی دو۔ کتنی گھٹیا اردو بولی جاتی ہے۔ خاص کر فلموں میں تو بہت ہی تھرڈ کلاس الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔'' جویریہ نے سنجیدگی سے کہا تو علیا سر پیٹنے والے انداز میں بولی۔

''ہم لوگ یہاں اردو پر تو بحث کرنے بیٹھے نہیں تھے۔ مجھے نہیں لگتا تم لوگ میری کوئی مدد کر پاؤ گی۔ یہاں علمی بحثیں چھڑی رہی گی اور وہاں امتحان سر پر آ جائیں گے۔'' وہ جل کر بولی تھی۔

''چلو ٹھیک ہے تمہاری سب باتیں ٹھیک ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ تم چاہتی کیا ہو؟'' زرین نے اہم ترین نکتہ اٹھایا تھا۔

''یہ کیا ہے نا تم نے عقل مندی کا سوال۔'' وہ خوش ہو کر بولی تھی۔

''زرین پلیز میری بہن! کوئی ترکیب سوچو۔ ایسی ترکیب کہ میری امتحان دینے سے بھی جان چھوٹ جائے اور مما ناراض بھی نہ ہوں۔'' وہ زرین کا ہاتھ پکڑ کر ملتجیانہ انداز میں بولی تھی۔

''کیا؟'' وہ تینوں چلائی تھیں۔ ''تم امتحان ہی نہیں دینا چاہتیں؟''

''ہاں تو اور اتنی دیر سے کیا سمجھا رہی ہوں، بھئی تم سب اچھی بھاری بھر کم پڑھائیاں کر تو رہی ہو۔ ایک میرے نہ پڑھنے سے قیامت تو نہیں آ جائے گی۔'' وہ اطمینان سے بولی تھی۔

دو تین روز تو وہ لوگ اسے مختلف طریقوں سے قائل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ تعلیم کی اہمیت وغیرہ پر لمبی لمبی تقریریں ہوئیں مگر نتیجہ وہی

ڈھاک کے تین پات۔ جب اگلا بندہ کچھ سمجھنے یا سننے پر آمادہ ہی نہ ہو تو سب سمجھانا اور قائل کرنا بے کار ہے۔

''سیدھی سی بات ہے میں آگے پڑھنا ہی نہیں چاہتی، فیل ہو کر ذلیل ہونے سے بہتر ہے کہ عزت سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔''

وہ سنجیدگی سے دوٹوک انداز میں بولی تو ان لوگوں نے بھی مزید سمجھانے بجھانے کا ارادہ فی الفور ملتوی کر دیا اور تمام تر حقائق کی روشنی میں یہی فیصلہ کیا گیا کہ علیا کی مدد کی جائے۔ زرین رات کو دیر تک لیٹی اسی بارے میں سوچتی رہی تھی۔ ایسا کیا ہو کہ علیا امتحان بھی نہ دے اور طاہرہ آنٹی کو کوئی اعتراض بھی نہ ہو، مزید یہ کہ آئندہ کے لیے بھی اس کی پڑھائی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جائے۔ سوچتے سوچتے اچانک اس کے ذہن میں ایک شاندار آئیڈیا آیا تھا۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

''علیا! اٹھو، میرے پاس تمہارے مسئلے کا بڑا زبردست اور رنگارنگ حل نکل آیا ہے۔''

اپنے برابر سوئی ہوئی علیا کو اس نے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا تھا۔ وہ نیند میں ہونے کے باوجود ایک دم پر جوش ہو گئی تھی۔

''جلدی بتاؤ۔'' وہ بے تابی سے بولی تو زرین بیڈ پر سے اترتے ہوئے کہنے لگی۔

''ایک ساتھ سب کو بتاؤں گی، چلو ان لوگوں کے کمرے میں چلیں۔''

وہ دونوں سوتے سے اس طرح اٹھائے جانے پر پہلے تو ناراض ہوئیں مگر جیسے ہی پتا چلا کہ زرین ترکیب سوچ چکی ہے جو کہ بقول اس کے نہایت عالیشان او معرکتہ الآرا ہے وہ سارا غصہ بھول بھال اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''جلدی سے بتاؤ'' تینوں ہم آواز ہو کر بولی تھیں۔

''شادی۔'' وہ ایک لفظ بول کر خاموش ہو گئی تو تینوں بے چینی سے بولیں۔

''صحیح سے پوری بات بتاؤ، شادی کیا؟''

''ارے احمقو! علیا کی شادی اور کس کی، اس مسئلے کا یہی حل ہے کہ امتحانوں سے پہلے پہلے اس کی شادی ہو جائے۔ شادی کے بعد ویسے بھی اکثر شوہر اور سسرال والے اپنی تمام وعدوں سے مکر جاتے ہیں اور لڑکی کو ادھوری تعلیم مکمل نہیں کرنے دیتے۔ اس لیے ابھی اگر انہوں نے طاہرہ آنٹی سے ایسا کوئی وعدہ کر بھی لیا تو بے فکر رہو، وہ بھی ایفا نہیں ہو گا۔''

اس کے اطمینان سے کہنے پر جویریہ نے اچنبھے سے پوچھا تھا۔ ''یہ انہوں نے کون ہیں؟''

''بھئی اس کے ہونے والے سسرالی۔'' وہاں انداز ہنوز قابلِ رشک حد تک اطمینان لیے ہوئے تھا۔

''اور یہ سسرالی کیا اچانک آسمان سے ٹپکیں گے؟''

علیا کا سارا جوش و خروش ختم ہو گیا تھا۔ اتنی فضول ترکیب جس کے پورا ہونے کے دور دور تک کوئی آثار نہیں تھے۔ پچھلے دنوں ایک پروپوزل آیا بھی تھا تو شیریں کے لیے اور جسے بغیر چھان بین کے ہی مسترد کر دیا گیا تھا ''ابھی بچی پڑھ رہی ہے۔'' ایسے میں اس کا رشتہ آنا اور پھر قبول بھی کر لیا جانا ناممکنات میں سے تھا۔

''اب آسمان سے ٹپکیں گے یا زمین سے اگیں گے یہ سب مجھے نہیں پتا میرا کام ترکیب بتانا تھا سو وہ میں نے پورا کر دیا۔ تھوڑا سا تم لوگ بھی اپنے اپنے دماغوں کو استعمال میں لے آؤ۔'' وہ ان لوگوں کے سڑے ہوئے منہ دیکھ کر ناراضی سے بولی تھی۔

''یار! کوئی اور ترکیب سوچ لو پلیز۔'' علیا التجائیہ انداز میں بولی تو زرین سرنفی میں ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

''اس کے علاوہ اور کوئی معقول ترکیب ذہن میں نہیں آرہی۔ ہاں ایک ترکیب تھی تمہاری بیماری کی ایکٹنگ کرنے کی مگر اپنی ڈاکٹر مما کے سامنے تمہاری یہ ایکٹنگ کامیاب نہیں ہو پائے گی بلکہ بھانڈا پھوٹ جانے پر فیل ہونے والی ذلت سے بھی زیادہ شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔''

وہ دوٹوک انداز میں بولی تو دل ہی دل میں سب ہی نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

''لیکن شادی ہو جانا کون سا اپنے ہاتھ میں ہے اور چلو فرض کر لو کہ کہیں سے کوئی رشتہ آ جاتا ہے تب بھی مما تو کبھی نہیں مانیں گی۔ رشتہ اگر زیادہ ہی اچھا لگ گیا تو بہت سے بہت منگنی کر دیں گی یعنی امتحانوں سے جان تو تب بھی نہیں چھوٹے گی۔'' جویریہ نے بڑا اہم نکتہ اٹھایا تھا۔

Divide and rule (لڑاؤ اور حکومت کرو) کا سنہری اصول انگریزوں نے اسی دن کے لیے ایجاد کیا تھا۔ نانی تو ویسے بھی لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کے حق میں نہیں ہیں۔ شگفتہ آنٹی بھی طاہرہ آنٹی جتنی کٹر نہیں ہیں تعلیم کے معاملے میں۔ اگر ہم کوشش کریں تو اس ایشو پر گھر کی خواتین کو تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک بار نانی کو شیشے میں اتار لیا تو بس کوئی مسئلہ ہی نہیں رہے گا۔ طاہرہ آنٹی کے تمام اعتراضات کو بہ یک جنبش قلم مسترد کر دے گی ہماری گھر کی سپریم کورٹ۔''

زرین نے سمجھانے والے انداز میں اپنی بات کی وضاحت کی تھی۔

''آگے تک کی پلاننگ ہوئی چلی جا رہی ہے، میں پوچھتی ہوں یہ رشتہ آئے گا کہاں سے؟'' علیا کلس کر بولی تھی۔

کافی دیر بحث و تکرار کے بعد بھی جب کوئی نتیجہ ہاتھ نہیں آیا تو آخر کار انہوں نے یہی طے کیا کہ سب اپنے اپنے طور پر غور کریں اور کل رات ہونے والی میٹنگ میں سب اپنے اپنے آئیڈیاز پیش کریں گے پھر جس کا سب سے معقول آئیڈیا ہوا اس کو شرف قبولیت بخش کر فوراً عملی اقدامات کیے جائیں گے۔

☆

صبح ناشتے کی میز پر طاہرہ آنٹی نے اورنج جوس پیتی علیا کو ٹوکا۔

''ڈھنگ سے پورا ناشتہ کرو۔ خالی ایک گلاس جوس سے کوئی پیٹ بھرتا ہے۔ امتحان سر پر ہیں صحیح سے کھاؤ گی نہیں تو پڑھا کیا خاک جائے گا۔'' سال کے چھ مہینے علیا ڈائٹنگ پر رہا کرتی تھی۔

''مما! میں نے ایک ہفتے میں چار پاؤنڈ وزن بڑھایا ہے اسی لیے احتیاط کر رہی ہوں۔'' طاہرہ آنٹی کے سامنے وہ بے چاری ہمیشہ بھیگی بلی بن جایا کرتی تھی۔

''ربش۔'' وہ جواباً بڑبڑائی تھیں۔ ''بجائے ان فضولیات میں پڑنے کے پڑھائی پر توجہ دے لو اور یہ تمہاری امتحان کی تیاری کیسی ہو رہی ہے؟''

ان کا اگلا سوال خاصا دل دہلا دینے والا تھا۔ اس کی ہونق شکل دیکھ کر ان تینوں ہی کو رحم آ گیا تھا۔

''تیاری تو اس کی ہمیشہ ہی اے ون ہوتی ہے، افسوس صرف اتنا ہے کہ پہلے بورڈ والوں کو اور اب یونیورسٹی والوں کو اس سے پتا نہیں کیا دشمنی ہے کہ ہر بار بے چاری کی پوزیشن آتے آتے رہ جاتی ہے۔''

دانش نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے اس کے جواب دینے سے پہلے ہی اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

''بالکل پرفیکٹ تیاری چاہیے مجھے امتحانوں کی، فرسٹ ڈویژن کی تو خیر میں نے آس نہیں لگائی کیونکہ فرسٹ ڈویژن لانے والی شکلیں ایسی نہیں ہوتیں مگر سیکنڈ ڈویژن مجھے ہر قیمت پر چاہیے۔'' دانش کی بات پر کوئی تبصرہ کیے بغیر وہ سخت لہجے میں علیا کو دھمکیاں دیتی ٹیبل سے اٹھ گئی تھیں۔

''یہ تو واقعی قتل ہو جائے گی طاہرہ آنٹی کے ہاتھوں۔'' شیریں نے زرین کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

ناشتے کی میز پر ہونے والی اس خطرناک گفتگو نے ان لوگوں کو ترکیبیں سوچنے کے معاملے میں مزید متحرک کر دیا تھا۔ رات میں جب میٹنگ شروع ہوئی تو جویریہ سب سے پہلے بولی۔

''سب نے کیا کیا ترکیبیں سوچی ہیں یہ بتانے سے پہلے میں ایک خاص پوائنٹ کی طرف سب کی توجہ مبذول کروانا چاہتی ہوں۔''

''ارشاد ارشاد۔'' سب نے کورس میں اجازت دی تھی۔

''سب سے پہلے ہمیں اپنا ووٹ بینک مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر میں یہ بات شیریں اور زرین سے کہنا چاہتی ہوں جو آئے روز دادی جان سے جھگڑے مول لیتی رہتی ہیں۔ داجی تو ہیں ہی ہماری طرف، اگر دادی جان، شگفتہ آنٹی، چاچو، پاپا اور طیب انکل بھی ہماری طرف آ جائیں تو مخالفین کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سب سے پہلے دادی جان کے ساتھ تعلقات خوشگوار بنائے جائیں۔'' اس کا مشورہ سب ہی کو پسند آیا تھا۔

''اب اگر دادی جان تمہیں کالج سے آتے ہی فوراً نہانے کا حکم دیں تو تم بحث نہیں کرو گی۔'' اب کے مخاطب زرین تھی۔ سدا کی وہمی اور صفائی پسند دادی جان کو اس کا کالج سے آ کر بغیر نہائے کھانے کی میز پر بیٹھنا سخت کھلتا تھا۔

''پتا نہیں کتنے مردوں کی چیر پھاڑ کر کے آئی ہو، جاؤ پہلے نہا کر آؤ۔''

اتنی شدید بھوک کے عالم میں یہ حکم اسے بہت ناگوار گزرتا تھا اور تقریباً روزانہ ہی اس ایشو پر ان دونوں کے درمیان بحث و تکرار ہوتی تھی۔ اس کے کمرے میں رکھی انسانی جسم کے مختلف حصوں کی ہڈیوں سے تو انہیں بے پناہ گھن آتی تھی۔ دانش انہیں گھن دلانے کے لیے اور نئی سے نئی باتیں لاتا۔

''دادی جان ان نیم حکیموں کے حوالے ڈائریکٹ انسانی جانیں تو کی نہیں جا سکتیں۔ پتا ہے آپ کو یہ لوگ چھپکلیوں، سانپوں، خرگوشوں اور چوہوں وغیرہ پر پہلے تجربات کرتے ہیں۔'' اور چوہوں کا نام سنتے ہی انہیں ابکائیاں آنی شروع ہو جاتیں۔

''ٹھیک ہے یار! اپنی علیا کی خاطر دن میں تین چار بار نہانا بھی سہہ لیں گے۔'' اس نے مجبوراً حامی بھری تھی۔

''اچھا بھئی اب سب اپنی اپنی ترکیبیں سنائیں۔ سب سے پہلے علیا کی باری ہے۔'' زرین کی بات سنتے ہی وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

''میں جتنی پریشان ہوں تم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس وقت میرا ذہن بالکل کام نہیں کر رہا۔ کوئی ترکیب، کوئی حل نہیں سوجھ رہا، مما کا خوف دوسری ہر بات پر غالب ہے۔'' اس کے مایوسی بھرے انداز پر تاسف کا اظہار کرتی وہ لوگ شیریں کی طرف متوجہ ہوئی۔

''بھئی میرے ذہن میں تو صرف اک ہی بات آئی ہے اور وہ یہ کہ اخبار میں ضرورتِ رشتہ کا اشتہار دے دیا جائے۔'' اپنی بات مکمل کر کے ان لوگوں کے تاثرات دیکھنے کی کوشش کیے بغیر وہ ہاتھ میں تہہ کیا ہوا ایک کاغذ کھول کر دکھانے لگی۔

''یہ دیکھو میں نے اشتہار ترتیب بھی دے لیا ہے۔'' کاغذ ان لوگوں کو دکھاتے ہوئے وہ خود ہی پڑھ کر سنانے لگی۔

''ایک لڑکی عمر 19 سال، رنگ گورا بلکہ بے تحاشا گورا، قد بوٹا یعنی پانچ فٹ، تعلیم؟ لکھ پڑھ لیتی ہے۔ سیاں جی کو چھٹی لکھ لیا کرے گی اور دھوبی کا حساب کتاب بھی معقول انداز میں کر لے گی۔ بل کھاتی سیاہ گھنی زلفیں، ناک ستواں، آنکھیں ہرنی جیسی کے لیے ارجنٹ ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ یہاں ارجنٹ سے مراد واقعی ارجنٹ ہے۔ وہ تمام حضرات جن کی نانیوں، دادیوں، اماؤں، یا اباؤں کو اپنا آخری وقت قریب نظر آ رہا ہو اور اپنے لاڈلے پوتے، نواسے یا بیٹے کے سر پر اپنی زندگی میں سہرا دیکھنا چاہتے ہوں فوری رجوع کریں کیونکہ اس اکیسویں صدی کی سنڈریلا کی دو تین ماہ کے اندر اندر شادی ہونا ضروری ہے ورنہ بے چاری عالمِ بالا پہنچا دی جائے گی۔

نوٹ! امائیں اور بہنیں جو اپنے بیٹوں یا بھائیوں کے لیے چاندی بہو بھابی ڈھونڈ رہی ہیں کے لیے نادر موقع ہے کیونکہ لڑکی پھیکا شلجم یعنی پوری کی پوری چاند کا ٹکڑا ہے۔''

علیا کے علاوہ وہ سب بری طرح ہنس رہی تھیں۔ جویریہ تو ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ کچھ دیر تو وہ خاموشی سے ان تینوں کو ہنستا ہوا دیکھتی رہی پھر ایک دم غصے سے اٹھی اور بغیر کچھ کہے دروازہ کھول کر باہر نکلنے لگی تو وہ لوگ ہنسی کو بریک لگا کر جلدی سے اسے منانے اٹھیں۔

''نہیں سن رہی میں تم لوگوں کی کوئی بات، میری زندگی اور موت کا سوال ہے اور تم لوگوں کو ہری ہری سوجھ رہی ہے۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے چلائی تھی۔

''یار! ہم لوگ تو سنجیدہ ہی تھے یہ شیریں صاحبہ ہی کو بے وقت کا مذاق سوجھا تھا۔'' زرین اسے مناتے ہوئے بولی تو شیریں کندھے اچکا کر بولی۔

''اب کوئی اور آئیڈیا آ ہی نہیں رہا تھا تو میں کیا کرتی۔ اگر تم لوگوں سے یہ کہتی کہ کچھ سمجھ نہیں آیا تو بھی صلواتیں سننی پڑتیں اس لیے جو ایک بات ذہن میں آ رہی تھی بتا دی۔ اس کے علاوہ تو مجھے نہیں پتا رشتہ کیسے ملے گا وہ بھی فوراً۔

''پھر تم لوگ مجھ سے بھی ناراض ہو گی، اس لیے میں پہلے ہی بتا دوں۔ میرا آئیڈیا بھی شیریں سے ملتا جلتا ہی ہے۔ اس نے اخبار میں اشتہار والی بات سوچی تھی میں نے یہ سوچا تھا کہ آج کل شادیوں سے متعلق اتنی ساری نئی نئی ویب سائٹس بن گئی ہیں تو کیوں نہ ایسا کریں ان میں سے تین چار میں علیا کا نام رجسٹر کروا دیں۔ میرے پاس ایسی پانچ سائٹس کے بارے میں معلومات ہیں جہاں آپ اپنے تمام کوائف اور مطلوبہ شریکِ حیات کے متعلق اپنی ڈیمانڈ بتا کر اپنا نام وہاں رجسٹر کروا سکتے ہیں۔''

وہ ڈرتے ڈرتے ایک نظر سب کے چہروں پر ڈالتے ہوئے بولی تھی۔ انٹرنیٹ میں اسے جتنی دلچسپی تھی اس لحاظ سے وہ یہی مشورہ دے سکتی تھی۔

''تم دونوں کے مشورے انتہائی فضول ہیں۔ تم سے بہتر تو میں ہوں کم از کم میں نے ایسی بات تو سوچی ہے جو مشکل سہی پر ناممکن ہرگز نہیں ہے۔'' زرین ان دونوں کی طرف ملامتی نظریں ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

''مجھے تم سے ہی امید تھی زرین! ان دونوں کے خیال سے تو ہم یہاں ہنسی مذاق کرنے جمع ہوئے تھے۔'' علیا نے شیریں کو بطور خاص غصے سے دیکھا تھا۔ ''اچھا اب جلدی سے بتاؤ نا۔'' وہ بے قراری سے بولی۔ تھوڑی دیر کا ڈرامائی وقفہ زرین نے سب کے تجسس کو بھڑکانے کے لیے دیا تھا۔

''میں نے جو بات سوچی ہے اس کا پس منظر یہ خیال تھا کہ انسان کوئی بھی کام سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع کرتا ہے۔ بھئی میں باہر سے رشتہ کیوں ڈھونڈوں جبکہ میرے اپنے گھر میں خیر سے دو عدد خوبرو، ذہین قابل اور برسرِ روزگار لڑکے موجود ہیں۔''

''تمہاری مراد اسد بھائی اور دانش سے ہے۔'' شیریں نے احمقوں کی طرح سوال پوچھا تھا۔

''خاصا اسٹوپڈ کوئسچن ہے، خیر جانے دو۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی؟'' وہ کچھ سوچنے لگی تھی۔

''مجھے پتا ہے تم لوگوں کو میری بات بڑی عجیب سی اور ناقابلِ عمل لگ رہی ہوگی مگر میری سویٹ کزنز یہی ایک آخری راستہ ہے ہمارے پاس۔ اب اتنی جلدی کہیں سے کوئی لڑکا ڈھونڈنا وہ بھی ایسا جو طاہرہ آنٹی اور انکل کے معیار پر پورا اترے بہت ہی مشکل بات ہے۔'' کچھ دیر تک ان لوگوں کے تاثرات کا بنظرِ غائر جائزہ لینے کے بعد وہ بولی تھی۔

''دانش کا تو خیر تم نام ہی نہ لو، ذلیل آدمی، صبح ناشتے کی میز پر کیسا میرا مذاق اڑا رہا تھا اور اسد بھائی کا بھی تو کچھ کہہ نہیں سکتے ہوسکتا ہے وہ پہلے سے کسی کو پسند کرتے ہوں۔''

علیا کی بات پر شیریں کی بہنوں والی غیرت جو اکثر سوئی رہتی تھی یکا یک جاگ اٹھی۔

''یہ تم میرے بھائی کو گالیاں کس خوشی میں دے رہی ہو۔''

''ہاں بڑا اچھا ہے تمہارا بھائی خود کو بڑا عالم فاضل سمجھتا ہے، ذرا سا انجینئرنگ کے فائنل ائیر میں فرسٹ پوزیشن کیا آگئی خود کو نیوٹن اور آئن اسٹائن کے جتنا غیر معمولی جینئس سمجھنے لگے ہیں۔ چھچھوروں کی طرح کنووکیشن کے دن کی گولڈ میڈل لیتے وقت کی تصویر کمرے میں انلارج کروا کر اس زاویے سے لگائی ہے کہ اندر آنے والے کسی بھی شخص کی سب سے پہلی نظر اس پر پڑے۔''

دانش سے جتنی خار وہ کھاتی تھی شاید ہی کوئی دوسرا اس سے اتنا چڑتا ہو۔

''دوسروں میں پھوٹ ڈلواتے ڈلواتے ہم میں خود ہی پھوٹ پڑ گئی۔ یہ G-4 میں میرا بھائی اور میری بہن قسم کے الفاظ کب سے استعمال ہونے لگے۔'' ان دونوں کا لڑائی کا موڈ دیکھ کر زرین نے بڑی آپاؤں کی طرح جھاڑ پلائی تھی۔ دانش کے ساتھ ساتھ اس وقت علیا شیریں سے بھی ناراض تھی۔ آخر اشتہار لکھ کر اس نے اس کا مذاق اڑانے کی بیہودہ کوشش جو کی تھی۔

''ہم سب یہاں اپنی پڑھائی کا انتہائی قیمتی وقت تمہاری خاطر قربان کر کے تمہارا ہی مسئلہ حل کر رہے ہیں لہٰذا تم یہ چھوئی موئی والا انداز ترک کر کے ذرا تحمل سے سب کی باتیں سنو۔ ہر وقت ناک پر دھرا یہ غصہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ ذرا سا کسی کا مذاق برداشت کرنے کا حوصلہ بھی نہیں ہے تم میں۔''

جویریہ نے اسے بڑی سختی سے ڈانٹا تھا۔ اسے فارغ کر کے وہ زرین سے مخاطب ہوئی۔

''ہاں تم کیا کہہ رہی تھیں اسد بھائی اور دانش کے بارے میں۔''

''میں یہ کہہ رہی تھی کہ شیریں کی اسد بھائی سے اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے، وہ انہیں ٹٹولے، میرے دانش کے ساتھ تم لوگوں کے مقابلے میں خاصے بہتر تعلقات ہی میں اسے کریدتی ہوں۔ کیا پتا جواب ہمارے حسبِ منشا نکل آئے۔ آخر ناولوں اور افسانوں میں یہی تو ہوتا ہے۔ بہت سارے کزنز ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ بظاہر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں جیسے دانش اور علیا یا پھر ذرا سنجیدہ اور بڑے بھائیوں والا انداز رکھتے ہیں جیسے اسد بھائی مگر اندر ہی اندر اپنی شوخ و شریر نٹ کھٹ سی کزن پر مرتے ہیں۔ پھر ایک دن ہیرو کی مرضی جاننے کے بعد گھر کے بڑوں کی بند کمرے میں خفیہ میٹنگ ہوتی ہے۔ کزن پارٹی کو اس خفیہ اجلاس کی رپورٹ حاصل کرنے کی بے قراری ہوتی ہے۔ ہیرو سب کچھ جاننے کے باوجود معصوم اور انجان بنا اپنی بے خبر خود میں مگن کزن کو چپکے چپکے میٹھی نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے۔ منگنی کا دن آ جاتا ہے ہیروئن کو نہیں پتا ہوتا کہ آج دیگر کزنز کے ساتھ ساتھ اس کی بھی منگنی ہے۔ دراصل گھر کے بڑوں نے سب بچوں کے رشتے اسی روز طے کر کے ایک ہی دن منگنی کرنے کا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔ شام میں جب ہیروئن ڈھیر ساری موتیے کی کلیاں اور گلاب کے پھول بڑی سی تھالی میں بھر کر لے جا رہی ہوتی ہے عین اس وقت اس کے ہاتھوں سے تھالی گرتی ہے جب ہیرو سامنے آتا ہے۔ سارے پھول ہیرو کے قدموں میں بکھر جاتے ہیں اور۔''

''اور گھنی مونچھوں تلے اس کے لب ذرا سا مسکراتے ہیں۔ بس آگے کیا ہوتا ہے ہمیں بھی معلوم ہے۔''

شیریں نے اسے بے زاری سے ٹوک دیا تھا۔ زرین کی بے وقت کی راگنی ان میں سے کسی کو بھی پسند نہیں آئی تھی۔ اتنے اہم ایشو پر بات ہو رہی ہے اور محترمہ پتا نہیں کہاں نکل گئیں۔

''نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔ نہیں سننا چاہ رہیں تم لوگ تو مجھے بھی سنانے کا کوئی شوق نہیں۔ ویسے میں صرف یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ کیا پتا اسد بھائی یا دانش میں سے کوئی ایک اپنی علیا پر چپکے چپکے مرتا ہو۔ بھئی معجزے اسی دنیا میں ہوتے ہیں۔''

ان لوگوں کے چہروں پر لکھا ناممکن پڑھتے ہوئے وہ اپنی بات میں زور پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

''معجزے ولیوں، بزرگوں اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ پیش آتے ہیں زرین شہزادو صاحبہ!'' جویریہ طنزیہ انداز میں بولی تھی۔

''خیر کوشش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔'' شیریں نے جویریہ سے کہا تو علیا نے بھی کچھ سوچتے ہوئے گردن اقرار میں ہلا دی تھی۔

''بس اب تم دانش کے ساتھ ذرا لڑنا جھگڑنا کم کر دو۔'' زرین اور شیریں نے اسے سمجھایا تھا۔



اگلے روز شیریں کو اسد بھائی سے بات کرنی تھی، اس کی گفتگو کے نتیجے میں اگر کوئی مثبت بات سامنے آجاتی تو پھر زرین کو دانش سے بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ویسے بھی علیا مجبوراً گدھے کو باپ بنا تو رہی تھی مگر وہ سب ہی جانتی تھیں کہ دانش سے اس کی دشمنی خاصی شدید نوعیت کی ہے۔ شام میں آفس سے آنے کے بعد کچھ دیر ستا کر اسد بھائی جم چلے جایا کرتے تھے۔ شیریں نے مناسب یہی سمجھا جب وہ جم سے آجائیں پھر موقع دیکھ کر بات کی جائے۔

''میں اندر آجاؤں اسد بھائی؟'' ان کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر وہ چوکھٹ کے پاس کھڑی ہو کر پوچھ رہی تھی۔ وہ کمپیوٹر پر کام کر رہے تھے۔ اس کی آواز پر گردن موڑ کر خوش دلی سے بولے۔

''آؤ شیریں، کہو کوئی کام ہے؟''

''کیوں کیا میں آپ کے پاس ہمیشہ کسی کام سے ہی آتی ہوں۔'' وہ بیٹھتے ہوئے برامان کر بولی تھی۔ جواباً وہ مسکرا دیے تھے۔

''نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا بھئی آخر میری بہن صاحبہ G-4 گروپ کی انتہائی سینئر اور ذمہ دار عہدیدار ہیں، اتنی بھاری ذمہ داریاں کندھوں پر ہیں کہ فارغ وقت کم ہی ملتا ہے۔''

وہ اکثر اسی طرح ان کے گروپ کا نام لے کر ان لوگوں کو چھیڑا کرتے تھے۔

''کیا کر رہے ہیں؟'' اسے اپنے مطلب کی طرف آتے ہوئے دشواری ہو رہی تھی۔ وہ اتنا زیادہ بھائیوں والا انداز رکھتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کسی کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

''اپنی Mails چیک کر رہا ہوں۔'' وہ دوبارہ مونیٹر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولے تھے۔

''اسد بھائی! کتنے سالوں سے ہمارے گھر میں کوئی شادی نہیں ہوئی۔ اب دیکھیں چاچو کی شادی کو بھی چھ سات سال تو ہو ہی گئے ہیں اور بشریٰ باجی کی شادی کو بھی پانچ سال ہو گئے ہیں۔'' انہوں نے ایک دم چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب ہمارے گھر میں ایک عدد بھابھی آجانی چاہیے۔'' اس نے خود کو دل ہی دل میں ڈانٹا تھا۔

''لعنت ہے تجھ پر شیریں اتنی سی بات نہیں بولی جا رہی۔ بھئی آخر بہنوں کو بھائیوں کی شادی کا ارمان ہوتا ہی ہے۔''

''بالکل صحیح، میں خود کہتا ہوں آجانی چاہیے۔'' ان کا جواب خاصا غیر متوقع تھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ پتا نہیں کتنی دیر کی بحث و تکرار کے بعد کہیں جا کر وہ آمادہ ہوں گے۔

''یعنی آپ راضی ہیں۔'' اس نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

''ہاں!'' خاصا مطمئن انداز تھا۔ وہ خوشی کے مارے ایک دم بیڈ سے اچھل کر ان کے پاس آگئی تھی۔

''تھینک یو اسد بھائی! اف مجھے کتنی ایکسائٹمنٹ ہو رہی ہے۔ آپ کی شادی میں کتنا مزہ آئے گا۔'' ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر وہ خوشی سے بولی تو وہ بھی مسکرا دیے تھے۔

''اچھا یہ بتائیں آپ کیسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ بہت خوبصورت یا بہت پڑھی لکھی یا بہت گھریلو اور مشرقی قسم کی۔'' وہ انگلیوں پر گنواتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

وہ اس کے بچکانہ انداز میں خوش ہونے پر مسلسل مسکرا رہے تھے۔

''بتائیں نا!'' انہیں چپ دیکھ کر اس نے اصرار کیا تھا۔

''شیریں! اچھا ہوا یہ بات تم نے مجھ سے خود ہی کر لی۔ دراصل میں خود بھی کافی دنوں سے تم سے اس بارے میں بات کرنا چاہ رہا تھا۔ پندرہ بیس روز پہلے ممی اور ڈیڈی بھی مجھ سے اس بارے میں پوچھ چکے ہیں اور دادی جان کا تو تمہیں پتا ہے۔ پچھلے دو سالوں سے میرے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔ اب تم لوگ دس گھر جھانکو، اچھی بھلی لڑکیوں میں عیب نکال کر گناہ گار بنو، بس یہی سب سوچ کر تم لوگوں کو اس زحمت سے بچانے کے لیے تمہاری ہونے والی بھابھی تو میں منتخب کر چکا ہوں اس لیے میں نے تم سے بات کرنے کا سوچا تھا اور دیکھو دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ میری چھوٹی سویٹ سی بہن نے بھائی کے کہے بنا ہی سارا مسئلہ حل کر دیا۔''

اس کے ارمانوں پر اوس پڑ چکی تھی۔ ''یہ اسد بھائی بظاہر کتنے شریف لگتے ہیں اور اندر سے پورے ہیں۔ چپکے چپکے لڑکی بھی پسند کر لی۔ ویسے لگتا ہے کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں ہوں گے۔'' وہ ان کے کسی دوست کی بہن تھی۔ شیریں غیر دلچسپی سے ساری تفصیلات سن رہی تھی۔

''ہوں بڑی سیدھی اور معصوم ہے۔'' وہ اسد بھائی کی اس کی شان میں کی گئی تعریفوں پر جل کر سوچ رہی تھی۔ ''اتنی تو سیدھی ہیں محترمہ کہ بھائی کے دوست کو پھنسا لیا۔ ہاں اتنا ہینڈسم اور کوالیفائیڈ بندہ کسے برا لگتا ہے۔''

اب وہ صرف اور صرف نند بن کر سوچ رہی تھی۔ علیا کی بات دوسری تھی۔ اس کے ساتھ شاید وہ نندوں والا سلوک نہ کرتی مگر وہ سیدھی اور بھولی حسینہ، نہ میں نے ناک میں دم کر کے رکھا تو میرا نام شیریں طیب نہیں۔

اسد بھائی سے وعدہ کر کے کہ وہ ان کی پسند کے بارے میں آج ہی ممی کو بتا دے گی کمرے سے نکل آئی تھی۔

''کیسا رہا؟''

''کیا کہا اسد بھائی نے؟''

''یقیناً یہی کہا ہو گا ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔''

وہ سب بھانت بھانت کی بولیاں بول رہی تھیں جبکہ وہ غمزدہ انداز میں دونوں ہاتھ لٹکا کر بیٹھ گئی تھی۔

''شیریں! کیا ہوا ہے تم اتنی چپ کیوں ہو؟'' اس کی خاموشی سے وہ سب دہل گئی تھیں۔

''مجھے معاف کر دینا علیا!'' وہ شرمندگی سے سر جھکا کر بولی تھی۔ ''معجزے اسی دنیا میں ہوتے ہیں مگر تم شاید وہ خوش قسمت نہیں جس کے ساتھ کوئی معجزہ رونما ہو جائے۔''

اس کے مایوسی بھرے انداز پر وہ سب بھی گردنیں لٹکا کر ارد گرد بیٹھ گئی تھیں۔ کافی دیر تک ان میں سے کوئی بھی نہیں بولا تھا۔

''وہ ایک محترمہ ہیں مریم نام کی، جو مسز اسد طیب ہونے کا اعزاز حاصل کریں گی۔'' کچھ دیر بعد وہ خود ہی بولنا شروع ہو گئی تھی۔

رات گئے تک ان سب پر مایوسی سوار ہو رہی تھی۔

''یار! ہم لوگ تو اس طرح ہمت ہار کر بیٹھ گئے ہیں جیسے دنیا ہی ختم ہو گئی ہو۔'' جویریہ کی بات پر باقی سب نے اداسی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''پہلی بات تو یہ ہے کہ ابھی دانش سے بات ہونا باقی ہے اور فرض کرو کہ وہ بھی کسی اور کو پسند کرتا ہے تب بھی دنیا میں لڑکے ختم تو نہیں ہو گئے۔'' وہ سب کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''اور دیکھو جب دنیاوی اسباب کے لحاظ سے آپ کو ایسا لگنے لگے کہ کوئی راستہ نہیں بچا تب بھی ایک راستہ تو ہمیشہ کھلا ہوتا ہے۔'' وہ بڑی سنجیدگی سے بول رہی تھی۔

''میرا مطلب دعا سے ہے۔ ہم سب اپنے اپنے طور پر جو کچھ کر سکتے ہیں کریں گے مگر اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی تو مدد مانگنی چاہیے۔ یہ دیکھو میں اسٹڈی سے داجی کی 'اعمال قرآنی' اٹھا کر لے آئی ہوں۔ اس میں یقیناً شادی کے لیے بھی کوئی نہ کوئی وظیفہ دیا ہوا ہو گا۔''

وہ کتاب ان لوگوں کے سامنے کرتے ہوئے بولی تھی۔ ان سب میں سب سے زیادہ جویریہ کا مذہب کی طرف رجحان تھا۔ بات بات پر نفلیں مانا کرتی تھی۔

''جویریہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' علیا کو خود بھی آج کل اللہ تعالیٰ بہت یاد آ رہا تھا۔ زرین اور شیریں کے مایوس چہروں پر بھی امید کی کرن لہرائی تھی۔ وہ کتاب ہاتھ میں لیے ان تینوں کے درمیان بیٹھ گئی تھی۔ جلدی جلدی صفحے پلٹتے ہوئے شادی کا وظیفہ ڈھونڈا جا رہا تھا۔

''لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہو رہی ہو تو بعد نمازِ تہجد ان اسمائے مبارکہ کا ورد کرنے کے بعد خوب گڑگڑا کر بارگاہِ خداوندی میں اپنے مقصد کے حصول کے لیے دعا کریں۔ دعا کرتے ہوئے جتنی رقت طاری کی جائے اتنا اچھا ہے۔ انشاءاللہ جلد نصیب کھلیں گے۔''

شیریں نے با آواز بلند پڑھا تو وہ سب بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے تفصیل پڑھنے لگیں۔

''تہجد کے وقت؟'' علیا بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔

''یار! کوئی اور آسان سا وظیفہ ڈھونڈ دو۔ میرا فجر میں اٹھنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ تہجد میں کیسے اٹھوں گی۔'' وہ منمنائی تھی۔

''کوئی ضرورت نہیں کوئی اور وظیفہ ڈھونڈنے کی، دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے وہ۔ دیکھو صرف اکیس دن تو پڑھنا ہے، چٹکی بجاتے گزر جائیں گے اکیس دن۔'' جویریہ اسے سمجھا رہی تھی۔

''نیک کام میں دیر کیسی، آج سے ہی وظیفہ شروع کر دو۔'' ان تینوں نے اسے سمجھایا تھا۔



الارم علیا کے سر پر بج رہا تھا اور وہ بے ہوش پڑی تھی۔ زرین کی آنکھ کھل گئی تھی۔ کتنی آوازیں دینے کے بعد کہیں جا کر محترمہ جاگی

تھیں۔ اسے اٹھا کر زرین کی دوبارہ آنکھ لگ گئی۔ سوتے میں کروٹ بدلی تو اس کے ہاتھ پر ہاتھ پڑا تھا۔

''اٹھیے مہارانی صاحبہ۔'' وہ اس کے سر پر چلا رہی تھی۔ اب کی بار اسے واش روم میں دھکیلنے کے بعد بھی وہ نہیں سوئی تھی۔ جب تک کہ وہ جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنے کھڑی نہیں ہوگئی زرین جاگتی رہی۔

وہ پابندی سے وظیفہ پڑھ رہی تھی۔ دانش سے الجھنا بھی چھوڑا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اسے لڑنے کے لیے اکساتا لیکن وہ نظر انداز کر دیتی۔ زرین اور شیریں کی دادی جان کے ساتھ معمول کی چھیڑ چھاڑ نہیں ہو رہی تھیں۔ کالج سے آ کر وہ سب سے پہلے نہاتی پھر کوئی اور کام کرتی۔ یہاں تک کہ اس روز جب دوپہر کے کھانے کے وقت دادی جان نے شیریں کا دل جلایا شیریں تب بھی خاموش رہی تھی اور اپنی چپ سے سب کو حیران کر گئی تھی۔

''یہ کیا دلہن چچی آپ نے آج پھر میٹھے میں کچھ نہیں بنایا۔'' اِسے کھانے کے بعد سویٹ ڈش بے حد مرغوب تھی۔ اور کچھ نہ ہوتا تو کھجور یا گڑ تک سے کام چلا لیا کرتی تھی۔

''ہاں ہاں دلہن، میٹھا تو تمہیں ضرور بنانا چاہیے تھا۔ بڑی کمائیاں جو کر کے لائی ہیں صاحبزادی۔''

دادی جان کو ''کمائیوں'' کے طعنے دینے کا بہت شوق تھا۔ کمانے کا طعنہ دے کر وہ ہمیشہ اس کی غیرت کو للکارا کرتی تھیں۔

''کچھ کما کر لائی ہو جو اتنے نخرے دکھا رہی ہو۔'' وہ کہتیں تو جواباً چڑ کر کہتی۔

''آپ عورتوں کی ایسی ہی باتوں نے تو مردوں کو ساتویں آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ جو کما کر لا رہا ہے وہ سر پر جوتے بھی مارے تو کھا لو۔''

حقوقِ نسواں اس کا پسندیدہ موضوع تھا مگر اور سب کے ساتھ ساتھ خود دادی جان کی حیرت کی بھی انتہا نہ رہی جب وہ جواب میں کچھ بولے بغیر صبر شکر کر کے پانی پی کر ٹیبل سے اٹھ گئی تھی۔



''زرین کہاں ہے؟'' دانش دروازے پر کھڑا پوچھ رہا تھا۔

''وہ دلہن چچی کے ساتھ طارق روڈ گئی ہے، کوئی کام ہے تو مجھے بتا دو۔'' علیا نے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''نہیں رہنے دو اسی سے کام تھا۔'' وہ واپس مڑا تو پیچھے سے اس کی آواز آئی۔

''چائے بنوانی ہے؟'' دانش نے پورے شہر میں جس قدر دوستیاں پال رکھی تھیں اس حساب سے یہی توقع کی جا سکتی تھی۔ اس کی زرین سے دوستی کا سبب بھی یہی تھا اس کے دوست بلاناغہ تشریف لاتے اور وہ بغیر تیوری پر بل لائے نہ صرف یہ کہ چائے بنا دیتی بلکہ اکثر شامی کباب، سموسے یا رول وغیرہ بھی فرائی کر کے دے دیا کرتی۔ اپنے باقی گروپ ممبران کے برخلاف وہ کوکنگ میں خاصی ماہر تھی اور کچن کے کام کرنا اسے کبھی بھی برا نہیں لگتا تھا۔

''میں بنادیتی ہوں۔''

''تم؟'' وہ آنکھوں میں استعجاب لیے اسے دیکھتا رہا تھا جبکہ وہ جلدی سے کچن میں گھس گئی تھی۔ آج تو دوست بھی ایک آدھ نہیں پوری پلٹن تھی۔ اس کے ڈھیر سارے دوستوں کے لیے چائے کے ساتھ ساتھ خوب سارے لوازمات بڑے قرینے سے ٹرالی میں سجا کر اس نے علی کے ہاتھ بھجوادیے تھے۔

شام میں ان لوگوں کو اپنی کارکردگی کے بارے میں بتایا تو سب نے شاباش دی تھی۔

اسی روز ان لوگوں نے زرین کو دادی جان کے کمرے میں بھیجا تھا۔

''ذرا انہیں اور ممی کو ہموار تو کرو، تم ویسے بھی ہم چاروں میں چھوٹی ہو، تمہارے کہنے پر انہیں شک بھی نہیں ہوگا کہ اپنے بارے میں بات کررہی ہے۔ یہی سوچیں گی کہ تم ہم لوگوں کے لیے ان سے بات کررہی ہو۔'' شیریں نے تجویز دی تھی۔

''لائیں نانی! میں آپ کے سر میں تیل لگادوں۔'' وہ ان کے پاس بیٹھی لگاوٹ سے کہہ رہی تھی۔

''خیال آگیا تمہیں بوڑھی نانی کا۔'' انہوں نے حسبِ عادت طنز کیا تھا۔ شگفتہ آنٹی بھی وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔

''کس نے کہا آپ بوڑھی ہوگئیں، میری فرینڈز تو کہتی ہیں کہ تمہاری نانی کتنی ینگ لگتی ہیں، تم لوگوں سے زیادہ فریش اسکن ہے ان کی۔'' ایسی بات جو اس کی دوستوں نے کبھی بھی نہیں کی تھی کہہ کر اس نے انہیں مکھن لگانے کی کوشش کی تھی۔ نتیجہ حسبِ توقع تھا، اپنی عمر کے بارے میں تمام خواتین اتنی ہی حساس ہوتی ہیں۔ ان کا موڈ کافی بہتر ہوگیا تھا۔ اس سے تیل لگواتے ہوئے وہ ادھر ادھر کی ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگی تھیں۔

''کیا؟ آپ کی شادی تیرہ سال کی عمر میں ہوگئی تھی۔''

ہزار دفعہ کی سنی ہوئی بات پر وہ یوں حیران ہورہی تھی جیسے آج پہلی مرتبہ یہ بات اس کے علم میں آئی ہو۔ ''واقعی آپ داجی سے بارہ سال چھوٹی ہیں۔''

اس کی حیرانی پر شگفتہ آنٹی نے بھی تعجب سے سر اٹھا کر بغور اسے دیکھا تو وہ کچھ کھسیانی سی ہوگئی جبکہ نانی اس کے اتنی زیادہ دلچسپی لینے پر مزید تفصیلات سنانے لگی تھیں۔

''ارے تم لوگوں کی طرح نہیں تھا ہمارا زمانہ، آج کل کی پچیس سال کی لڑکیاں بچیاں بنی گھومتی ہیں۔ مائیں نہ کوئی سلیقہ سکھاتی ہیں نہ سینا پرونا، موئی پڑھائیاں ہی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ مائیں بھی ''ابھی بچی ہے'' کہہ کر جان چھڑا لیتی ہیں۔ ہم تو پچیس سال کی عمر میں بچپن، جوانی سب گزار کر سمجھو بڑھاپے میں داخل ہوگئے تھے اور یہ تم اپنے داجی کو کم نہ سمجھو اب جتنے نرم خو ہیں۔ پہلے اتنے ہی تنک مزاج، بات بات پر مزاج بگڑ جاتا تھا۔''

وہ اپنے پسندیدہ موضوع پر بولنے کی قدرت رکھتی تھیں۔

''نانی! آپ کے خیال میں لڑکیوں کی شادی کی صحیح عمر کیا ہے؟'' وہ مطلب کی بات کی طرف بڑی ہوشیاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔

''میری پوچھو تو سترہ اٹھارہ سال میں لڑکی کو رخصت کردینا چاہیے۔'' وہ فوراً بولی تھیں۔

''نانی کے حساب سے تو میں بھی لیٹ ہوگئی ہوں۔''اس نے فوراً سوچا تھا۔

''صحیح کہہ رہی ہیں آپ، بچیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائیں اتنا اچھا ہے۔''وہ پکا سا منہ بنا کر دادی اماؤں کی طرح بولی تھی۔شگفتہ آنٹی کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔

''میں نے تو ایک جگہ حدیث بھی پڑھی ہے کہ والدین کو اپنے بچوں کی شادی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔اب دیکھیں لڑکوں کا تو یہ مسئلہ ہے کہ کمانے لگیں، صحیح سیٹ ہو جائیں ورنہ کون اپنی بیٹی دے گا لیکن لڑکیوں کے ساتھ تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں پھر خوامخواہ دیر کیوں کی جائے۔کالجوں یونیورسٹیوں کے دھکے کھا کھا کر شکلوں پر پھٹکار پڑ جاتی ہے اور کچھ نہیں تو آنکھوں پر دو دو من کی عینکیں لگ جائیں گی۔حال سے بے حال حلیہ بگڑا ہوا، آنکھوں کے نیچے حلقے، نہ چہرے پر شگفتگی نہ تازگی، چلی آرہی ہیں۔پوچھو تو کوئی ڈاکٹر ہے، کوئی ایم اے، کوئی ایم ایس سی، کوئی انجینئر، کوئی سی اے پھر اتنا پڑھ جائیں تو ہم پلہ رشتہ ڈھونڈنا الگ دردسری۔اب اگر لڑکی ایم اے پاس ہے تو ماں باپ کسی پی ایچ ڈی کیے ہوئے بندے کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔پہلے وقتوں میں اور آج کل یہی تو فرق ہے۔پہلے بس اچھا شریف کھاتا کماتا لڑکا دیکھا اور بیٹی بیاہ دی اب تو جی پہلے ڈگریز دیکھی جاتی ہیں پھر بات آگے بڑھتی ہے۔''اس نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگائی تھی۔

انہوں نے تو خود اپنی دونوں بیٹیاں بھی کم عمری میں بیاہ دی تھیں۔لڑکیوں کا زیادہ پڑھنا انہیں پسند نہیں تھا مگر نئے زمانے کے نئے انداز دیکھ کر خاموشی سادھے رکھتی تھیں۔اپنے مطلب کی بات اس سے سن کر انہیں حقیقتاً خوشی ہوئی تھی۔کافی دیر تک وہاں اسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی تھی۔خود شگفتہ آنٹی کا موقف بھی یہ تھا کہ اگر دورانِ تعلیم بہت اچھا رشتہ آجائے تو اسے قبول کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔



''یہ مٹھائی کہاں سے آئی؟'' کچن میں رکھا مٹھائی کا ڈبا دیکھ کر زرین نے دلہن چچی سے پوچھا تھا۔

''سمیرا کی منگنی کی مٹھائی ہے۔''وہ کیک بیک کرنے کی تیاری کر رہی تھیں، انڈے توڑ توڑ کر سفیدی اور زردی الگ الگ پیالوں میں نکال رہی تھیں۔

''اچھا تو سمیرا بیگم کی منگنی ہوگئی۔''

سمیرا ان کے برابر والے گھر میں رہتی تھی اور اپنی بے پناہ اوچھی حرکتوں کے سبب ان چاروں کی انتہائی ناپسندیدہ شخصیات میں شمار ہوتی تھی۔

ابا ان کے دبئی میں کما رہے تھے اور اماں بیٹیاں یہاں ان کی محنت کی کمائی لٹا رہی تھیں۔

''آنا نا تم دیکھنے ڈیڈی نے سونی کا نیا سی ڈی پلیئر بھجوایا ہے۔''

''بھائی نے مجھے سالگرہ پر گولڈ کی چین دی ہے یہ دیکھو۔''

''یہ سوٹ میں بریز ے سے لائی تھی، زیادہ مہنگا نہیں ہے، اب اس مہنگائی میں چھ سات ہزار روپے کی ویلیو ہی کیا ہے۔''

''ڈیڈی کہہ رہے تھے پیسوں کی پرواہ مت کرو، جتنے کا بھی ہے''پینٹیم فور''خرید لو، میں چاہتا ہوں میرے بچوں کے پاس بالکل نئے ماڈل

کا کمپیوٹر ہو۔'' ہر ملاقات میں وہ اسی نوعیت کی گفتگو کیا کرتی تھی۔ اس کی سوچ کپڑوں جوتوں اور کاسمیٹکس سے آگے جاتی ہی نہیں تھی، کافی سالوں تک ٹام کروز کا پوسٹر اپنے بیڈروم میں لگائے رکھنے کے بعد اب اس نے اس کی جگہ ریتھک کا پوسٹر لگا لیا تھا۔

وہ کمرے میں آئی تو چونکانے والے انداز میں سمیرا کی منگنی کی خبر ان لوگوں کے گوش گزار کی۔

''بڑی نئی خبر ہے۔'' علیا جل کر بولی تھی۔

''خود لے کر آئی تھیں محترمہ مٹھائی، جس لڑکی کو دیکھو اس کی منگنی اور شادی ہو رہی ہے، ایسا لگتا ہے کسی نے ہم لوگوں پر تو بندش کرا رکھی ہے۔'' وہ چڑچڑے انداز میں بولی تو رائٹنگ ٹیبل پر کتاب پڑھتی ہوئی شیریں ایک دم گردن گھما کر بولی۔

''ہم لوگوں پر نہیں صرف تم پر، تمہارے علاوہ فی الحال ہم تینوں میں سے کسی کا بھی آئندہ چار پانچ سال تک شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔''

''صحیح بات ہے، ہم سب ابھی سنجیدگی سے صرف پڑھائی کی طرف توجہ رکھنا چاہتے ہیں۔'' جویریہ نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

''ویسے ہوئی کہاں اس کی منگنی؟'' زرین کو تجسس ہوا تھا۔

''بالکل غیر ہیں لڑکے والے، کسی فنکشن میں دیکھ کر موصوف نے خاتون کو پسند کر لیا، کہہ رہی تھی جھٹ پٹ منگنی ہوئی ہے۔ شادی بھی دو تین مہینوں کے اندر اندر ہو جائے گی۔ ہم نے تو ہر جتن کر لیا، دعائیں بھی کر لیں لیکن فائدہ کچھ نہیں ہوا۔'' وہ بڑے ماتمی انداز میں بول رہی تھی۔

رات میں سمیرا ان لوگوں سے ملنے آئی تو ان لوگوں نے یہی سوچا کہ جو لڑکی اپنے کپڑوں جوتوں اور جیولری کی نمائش کرتے نہیں تھکتی، منگنی ہو جانے پر تو وہ جتنا چھچھورا پن نہ دکھادے کم ہے، غالب امکان یہی تھا کہ چونکہ صبح زرین، شیریں اور جویریہ سے ملاقات نہیں ہو پائی تھی تو اب انہیں اپنی منگنی کا آنکھوں دیکھا حال سنانے تشریف لائی ہیں۔

''بھائی ابھی ابھی تصویریں ڈویلپ کروا کر لائے تھے۔ میں نے سوچا تم لوگوں کو اپنی منگنی کی تصویریں ہی دکھا دوں۔ اصل میں ہم نے صرف خاندان کے قریبی لوگوں کو انوائیٹ کیا تھا، ممی کہہ رہی تھیں خوامخواہ لوگ نظر لگا دیتے ہیں اس لیے زیادہ لوگوں کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تو ویسے ہی جس کو دیکھو ہم سے جلتا ہے، پتا نہیں لوگ دوسروں کی خوشیوں سے جلتے کیوں ہیں۔''

ان سب میں سے یہ جملے سب سے زیادہ علیا کو کھل رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ براہِ راست اسے ہی کہہ رہی ہے۔ وہ البم کھول کر ان لوگوں کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

''یہ میری ساس، یہ نند، یہ دیور، یہ جٹھانی۔'' وہ مختلف لوگوں کی طرف اشارے کرتے ہوئے بڑے میٹھے لہجے میں بتا رہی تھی۔

''بے چاری۔'' ساس کا ذکر ہونے پر علیا، شیریں کے کان میں بولی تھی۔ ''جس کے نصیب میں اتنی خطرناک بہو لکھی ہو، اس سے زیادہ بد قسمت اور کون ہو سکتا ہے۔''

''کیا ہوا تم کچھ کہہ رہی ہو؟'' سمیرا نے اسے کان میں کھسر پھسر کرتے دیکھ کر پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی سیدھی ہو گئی۔

''اور یہ وہ ہیں۔'' کچھ شرماتے ہوئے ''وہ'' کی رونمائی ہوئی تھی۔

علیا کے کلیجے میں ایک دم ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔ ''اس اول جلول سے منگنی ہونے پر صرف سمیرا ہی خوش ہو سکتی ہے۔'' اس نے خود سے کہا تھا۔

عجیب ہونق سا بال اڑے اڑے سے ہر تصویر میں منہ کھلا ہوا، اچھا خاصا باؤلا لگ رہا تھا۔

''لگتا ہے پیدائش کے بعد اس کے حفاظتی ٹیکے نہیں لگے۔'' جویریہ کی سرگوشی علیا کے لیے تھی مگر سن زرین نے بھی لی تھی۔ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ چھپانے میں اسے خاصی محنت کرنی پڑی تھی۔ علیا تو تھی ہی ایسی اس سے نہ غصہ کنٹرول ہوتا تھا نہ ہنسی۔

''ارے وہ نہیں ہوتے اسپیشل بچے ویسا لگ رہا ہے۔'' زرین شیریں کے کان میں بولی تھی۔

''بہت ہینڈسم ہیں تمہارے منگیتر، سو ڈیشنگ، بس اب تم ریتھک کا پوسٹر ہٹا کر ان کی تصویر لگا لو۔''

سمیرا ان لوگوں کے تاثرات سے بھانپ گئی تھی کہ یقیناً اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اسی لیے چہرے کے زاویے بگڑنا شروع ہو گئے تھے۔

''ریتھک کا ہٹا کر کیوں اس کے برابر میں اور نیچے لکھ دو Beauty and the beast'' علیا کی سرگوشی مکمل تو نہیں لیکن beast تو اس کے کانوں تک پہنچ ہی گیا تھا۔ منہ پھول گیا تھا۔ اب وہ بڑے غصے سے ''سسرال سے منگنی پر گولڈ کے پانچ سیٹ آئے اور منگنی کی انگوٹھی De beers کی تھی'' بتا رہی تھی مگر آتے وقت والا جوش و خروش ختم ہو چکا تھا۔ البم ختم ہوتے ہی وہ ان لوگوں کے بہت روکنے پر بھی نہیں رکی تھی۔ اس کے جانے کے بعد بھی وہ لوگ کافی دیر تک تبصرہ کرتی رہی تھیں۔ علیا کا جو صبح سے موڈ آف ہوا تھا وہ بھی بتدریج بہتر ہو رہا تھا۔



زرین لان میں ٹہل ٹہل کر رٹے لگا رہی تھی۔ کل اس کا ٹیسٹ تھا۔ علیا بھی وہیں لان میں ہی موجود تھی۔ پورچ میں گاڑی رکی تو ان دونوں ہی نے مڑ کر دیکھا تھا۔ گاڑی کا دروازہ بند کرتا ہوا دانش ان ہی لوگوں کے پاس آ گیا تھا۔

''امتحان اس کے قریب ہیں اور رٹے تم لگا رہی ہو۔''

وہ لان چیئر پر علیا کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بولا۔ وہ میگزین کھولے ماڈل کے مختلف ہیئر اسٹائلز پر غور کر رہی تھی۔

''ارے ہاں یاد آیا، کل میرے کپڑے استری کر کے کمرے میں کس نے رکھے تھے؟''

''میں نے۔'' وہ بڑے سکون سے بولی تھی۔

''تم نے؟'' وہاں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

''ہاں بھئی، اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔ میں اپنے کپڑے استری کرنے گئی۔ آئرن اسٹینڈ پر تمہارے کپڑے رکھے نظر آئے تو میں نے وہ بھی پریس کر دیئے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

زرین نے ٹہلتے ٹہلتے دور سے ہی اسے ''ویل ڈن'' اور ''کیری آن'' کے اشارے کیے تھے۔ وہ کچھ دیر تک اس کی طرف حیرت سے دیکھنے کے بعد کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں کندھے اچکا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''داجی! ایک بہت ہی اچھا شعر یاد آ رہا ہے، سناؤں۔'' کھانے کی میز پر گھر کے تمام افراد موجود تھے جب دانش نے داجی کو مخاطب کیا تھا۔

''ارشاد ارشاد۔'' ان کے جواب دینے سے پہلے چاچو اور علی ایک ساتھ بولے تھے۔

''عرض کیا ہے۔'' وہ ایک نظر علیا پر بطورِ خاص ڈالتے ہوئے بولا۔

آج کل ان کو بہت ہے مری خاطر منظور

یا مری یا مرے دشمن کی قضا آئی ہے!

''واہ واہ سبحان اللہ مکرر۔'' علی مسخرے پن سے بولا تھا مگر وہ چاروں اور خاص طور پر علیا اس کی معنی خیز نظروں سے ایک دم بوکھلا گئی تھیں حالانکہ اپنے طور پر وہ لوگ بڑی چالاکی کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ زرین نے ابھی تک اس سے کوئی بات نہیں کی تھی مگر وہ بھی چالاکی میں ان کا استاد تھا۔

''اب کیا ہوگا؟ دانش کو شک ہو گیا ہے۔'' علیا کی پریشانی دیدنی تھی۔

''کچھ نہیں ہوتا تم پریشان مت ہو، اسے صرف یہی شک ہوا ہے نا کہ کچھ گڑبڑ ہے، اصل بات تو اس کے فرشتے بھی نہیں جان سکتے۔ اب اگر اس کا خود کوئی انٹرسٹ ہوا تو تمہارے رویئے کے بدل جانے پر وہ بہت خوش ہوگا ورنہ یہی سوچتا رہے گا کہ تمہیں ضرور اس سے کوئی کام ہے لیکن کیا کام ہے یہ اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔'' زرین نے اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی تھی۔

''لیکن مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ دیکھو اب تم اس سے کچھ مت کہنا، مجھے بہت شرمندگی ہوگی اگر اسے اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی کہ میں اتنی نیک پروین کیوں بن رہی تھی۔'' وہ ہاتھ مسلتے ہوئے پریشانی سے بول رہی تھی۔

''لیکن اب دانش ہی تو امید کی آخری کرن ہے، اس سے بات نہیں کروں گی تو مسئلہ حل کیسے ہوگا۔''

''جو بھی ہو بس میری انا مجھے دانش کے سامنے نیچا پڑنے کی اجازت نہیں دے رہی۔'' وہ دوٹوک انداز میں بولی تو جویریہ طنزیہ انداز میں فوراً بولی۔

''تمہاری انا یقیناً اس وقت ماؤنٹ ایورسٹ سر کرلے گی جب مما سب گھر والوں کے سامنے تمہاری مارک شیٹ ہاتھ میں لیے اردو میں پندرہ یا بیس اور کیمسٹری میں تو شاید زیرو نمبر لانے پر گرج چمک کے ساتھ برس رہی ہوں گی اور ویسے اردو اور کیمسٹری تمہارا ذاتی خیال ہے۔ میرے حساب سے تو اس فہرست میں بوٹنی اور زولوجی کو بھی شامل کرلو۔''

اس کے منہ سے یہ دل خراش اور ہولناک نقشہ سن کر وہ ایک دم رونے لگی تھی۔

''بری بات ہے جویریہ! دیکھو تم نے اسے رلا دیا۔'' وہ دونوں اسے چپ کرانے کے جتن کرتی ہوئی جویریہ سے الجھیں۔

''یہ اس کی اپنی حرکتیں ہیں، ان خرافات سے بہتر تھا محترمہ سنجیدگی سے پڑھائی میں دل لگا لیتیں۔ تم لوگ پُرامید ہو تو ہو مجھے نہیں لگتا کہ اچانک کوئی جادو کی چھڑی گھومے گی اور علیا حامد کی شادی خانہ آبادی ہو جائے گی۔''

جویریہ پر پھر حق گوئی کا بھوت سوار ہو چکا تھا۔ اسے چھوڑ کر وہ لوگ علیا کو سمجھانے اور دلاسا دینے بیٹھ گئی تھیں۔

چپ چپ تو وہ جویریہ کی باتوں کے بعد سے ہی تھی مگر اگلے روز کالج سے آنے کے بعد جب اس نے نہ تو دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر نہ رات

کا تو سب ہی کو تشویش ہوئی تھی، طاہرہ آنٹی کے استفسار پر اس نے طبیعت ٹھیک نہ ہونے کا بہانہ کر دیا تھا۔

''علیا کیا ہوا؟'' وہ تینوں اس کے ارد گرد بیٹھ گئی تھیں۔ وہ رائٹنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے کتابوں کا انبار، بہت سے نوٹس، کیلکولیٹر، لیکچر کا پلندہ۔ اس کے سامنے رکھی کتابوں کی پہاڑی دیکھ کر تو وہ لوگ بھی ڈر گئی تھیں۔

مرنے کے دن قریب ہیں شاید کہ اے حیات
تجھ سے طبیعت اپنی بہت سیر ہو گئی

اس کے سامنے اردو کے نوٹس کھلے ہوئے تھے۔ کھوئے کھوئے انداز میں اس نے ان لوگوں کی بات کے جواب میں یہ شعر پڑھا تھا۔ شعر کے معنی و مطلب سے زیادہ وہ اس کے شعر پڑھنے پر ہول گئی تھیں۔

''سنو تم کیا خودکشی کرنے والی ہو؟'' جویریہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

''ہاں مما کے ہاتھوں ذلیل ہونے سے تو مرنا ہی بہتر ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

''ڈیٹ شیٹ آگئی، پہلا پیپر آج سے ٹھیک ڈیڑھ مہینہ بعد اردو کا ہے، اس کے دو دن بعد کیمسٹری پھر چار دن کا گیپ اور بوٹنی۔''

بتاتے بتاتے وہ زار و قطار رونے لگی تھی۔ وظیفہ ختم کیے بھی اسے چھ سات روز ہو گئے تھے۔ کتنی پابندی سے اس نے اکیس روز تہجد کے وقت عبادت کی تھی مگر شاید اس کے ستارے ہی گردش میں تھے۔

''سمیرا کا بہت مذاق اڑا رہے تھے کہ اس کا منگیتر ''اسپیشل منگیتر'' ہے، اسے حفاظتی ٹیکوں کا کورس نہیں کروایا اس کی اماں نے۔ پولیو ڈراپس اور وٹامن اے کے قطرے نہیں پلوائے گئے اور یہاں تو ایسا نہ ویسا۔ چلو ممچو ہی سہی وہ بھی دستیاب نہ ہو سکا۔''

وہ بری طرح رو رہی تھی۔ اس روز سمیرا کے منگیتر کی شان میں کیے گئے تبصروں کو وہ روتے ہوئے جتنے دل گرفتہ انداز میں دہرا رہی تھی ان لوگوں سے ہنسی رک نہیں رہی تھی۔

''میں نے سوچا، جب کوئی فائدہ ہی نہیں تو یہ جو ڈیڑھ مہینہ باقی ہے اس میں پڑھنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن اگر کسی وقت میں خودکشی جیسے انتہائی اقدام پر مجبور ہو جاؤں تو میرے مرنے کے بعد مما کو یہ ضرور بتا دینا کہ آپ کی بیٹی صرف اور صرف آپ کے ظلم و ستم کی وجہ سے اس دنیا سے منہ موڑ گئی۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

☆

اگلے روز جب ایک نئے دن کا سورج طلوع ہوا تو ان میں سے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آزمائشوں کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ نیا سورج نئی خوشیوں کا پیامبر بن کر طلوع ہوا ہے۔ وہ صبح بڑی عام سی صبح تھی۔ وہی روزانہ والی بھاگ دوڑ۔ شیریں کو اپنا کلف لگا وائٹ دوپٹہ نہیں مل رہا، زرین اپنا جنرل ڈھونڈ رہی ہے، جویریہ اپنا فیس واش ختم کر دینے پر شیریں سے الجھ رہی ہے اور علیا یونیفارم پہنے طاہرہ آنٹی کے سوال جواب سے

نمٹ رہی ہے۔

''تمہاری کلاسز کب سے آف ہو رہی ہیں؟''

صرف کیمسٹری کا سلیبس رہ گیا ہے، اسی کی ایکسٹرا کلاسز ہو رہی ہیں اور زولوجی کے پریکٹیکلز تھوڑے سے رہ گئے تھے۔ میم کہہ رہی تھیں ایک ہفتہ میں ختم کرادیں گی۔'' وہی اس کا ڈرا سہما انداز۔ پڑھائی سے متعلق گفتگو ہونے پر سر کا جھک جانا لازمی امر ہوا کرتا تھا سو سر جھکا ہوا ہی تھا۔

علیا کو ایک گریس فل سی خاتون کے ساتھ لنگڑاتے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے شیریں نے دیکھا تھا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ہی اٹھی تھی اور اب نہا کر بالکونی میں کھڑی بال سکھا رہی تھی۔

''جلدی آؤ، دیکھو تو علیا پتا نہیں کس کے ساتھ آئی ہے۔'' اس نے کمرے کی طرف منہ کر کے جویریہ کو آواز دی تو وہ بھاگم بھاگ فوراً باہر نکلی تھی۔

''کون ہیں یہ خاتون اور یہ علیا کو کیا ہوا لنگڑا کر کیوں چل رہی ہے، ارے وہ دیکھو ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر وہ بندہ بھی ہمارے ہی گھر میں گھس رہا ہے، اف کتنا ہینڈسم ہے، دیکھو تو ہائٹ کیا زبردست ہے۔''

جویریہ اس طرح بول رہی تھی جیسے شیریں تو شاید آنکھیں بند کر کے کھڑی ہے، اس کی باتوں کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے وہ تیز رفتاری سے دوڑ لگاتی کمرے سے کوریڈور، کوریڈور سے سیڑھیوں اور سیڑھیوں سے ڈرائنگ روم تک پہنچی تھی۔ جویریہ اس کی تیز رفتاری دیکھتی رہ گئی تھی۔ اپنا یہاں کھڑا رہنا اسے انتہائی فضول لگا تو وہ خود بھی سیڑھیاں پھلانگتی نیچے اتر آئی تھی۔ انڈین اسٹائل کی کاٹن کی ساڑھی پہنے وہ خاصی متاثر کن شخصیت کی مالک تھیں۔ سنہری فریم کے نازک سے گلاسز، بات کرنے کا دھیما اور شائستہ انداز، جویریہ اندر جانے کے بجائے لاؤنج سے ہی اندر ہونے والی گفتگو سے فیض یاب ہونے لگی تھی۔ شیریں بھی وہیں کھڑی تھی۔ ڈرائنگ روم میں دادی جان کے علاوہ شگفتہ آنٹی اور داجی بھی موجود تھے۔

''جی میں بی اے کی اسٹوڈنٹس کو انگلش پڑھاتی ہوں۔''

وہ داجی کی کسی بات کے جواب میں بولی تھیں۔ صاحبزادے مسلسل خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔

''یار یہ ہیں کون؟ یہ ماجرا کیا ہے؟''

''میں خود سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔'' شیریں نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا تھا۔

''جہاں تک میں سمجھی ہوں ان کی گاڑی سے علیا کا کوئی ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔'' ادھر ان دونوں کی گفتگو جاری تھی ادھر وہ لوگ داجی کے بہت اصرار پر بھی معذرت کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے تھے۔

''دیکھیں کوئی تکلف نہیں ہے، ہمارا اپنا ہی گھر ہے۔ انشاء اللہ پھر آئیں گے تو صرف چائے کیا آپ لوگوں کے ساتھ کھانا بھی کھائیں گے۔''

خاتون پرس کندھے پر ڈال کر دادی جان سے بولی تھیں۔ سب کو خدا حافظ کر کے انہوں نے علیا کو بڑی محبت سے گلے لگا کر پیار کیا تھا۔

''احتیاط کرنا بیٹا! دو چار بیڈ ریسٹ کرو گی تو چوٹ جلدی ٹھیک ہو جائے گی۔''

ان کے لہجے میں جتنی مٹھاس گھلی ہوئی تھی وہ ان دونوں کو چونکانے کے لیے کافی تھی۔ صاحبزادے نے بھی داجی سے ہاتھ ملانے کے بعد نکلنے سے پہلے ایک سرسری سی نظر صوفے پر بیٹھی علیا پر ڈالی تھی مگر وہ سرسری نظر خاصی گہرائی لیے ہوئی تھی۔

''لگتا ہے علیا کی دعائیں قبول ہوگئیں۔''

شیریں بڑبڑائی تھی۔ ادھر وہ لوگ رخصت ہو رہے تھے ادھر زرین گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ ظاہر ہے اندر کی صورتحال سے وہ بے خبر تھی۔ جوان لوگوں کا بغور جائزہ لیتی، عام سے انداز میں سلام کرتی وہ لاؤنج میں گھسی تو ان لوگوں کو کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پورچ کی طرف دیکھتے پا کر ٹھٹھک کر رک گئی۔

''کیا ہوا ہے تم لوگوں کو؟''

اسے جواب دیئے بغیر وہ دونوں ڈرائنگ روم کی طرف دوڑی تھیں۔ ان لوگوں کی حرکتوں پر حیران ہوتی وہ بھی پیچھے پیچھے ڈرائنگ روم میں آگئی تھی۔ علیا شلوار اوپر کیے اپنی چوٹ کا معائنہ کر رہی تھی۔ ابھی وہ لوگ کچھ پوچھ بھی نہیں پائی تھیں کہ دادی جان وغیرہ بھی وہیں آگئیں۔

''کہاں چوٹ لگی ہے؟ دکھاؤ مجھے۔'' دادی جان کو تشویش ہو رہی تھی، گھٹنے پر کی گئی ڈریسنگ کا وہ بڑا تفصیلی جائزہ لے رہی تھیں۔

''آنکھیں کھول کر نہیں چلا جاتا تم سے، سامنے سے گاڑی آرہی ہے اور یہ روڈ کو لان سمجھ کر چہل قدمی فرما رہی ہیں۔''

''میری غلطی نہیں تھی دادی جان! وہ موصوف ہی ضرورت سے زیادہ جلدی میں تھے۔'' وہ ان کے ڈانٹنے پر چڑ کر بولی تھی۔

''ہاں تب ہی تو اماں بیٹا جلدی سے ڈاکٹر کے ہاں بھی لے گئے اور پھر گھر چھوڑنے بھی آگئے۔'' شگفتہ آنٹی نے بھی لب کشائی کی تھی۔

طاہرہ آنٹی کی بھی اسی وقت آمد ہوگئی، پھر تو ان لوگوں کو علیا صاحبہ کافی دیر تک ہاتھ ہی نہیں لگیں۔ انہوں نے جب تک ایکسرے وغیرہ کروا کر تسلی نہیں کر لی سکون سے نہیں بیٹھیں۔

''وہ خاتون بھی اور ان کے لاڈلے سپوت بھی علیا پر خاصے مہربان لگ رہے تھے۔ لگتا ہے دعاؤں کے قبول ہونے کا وقت آچکا ہے۔'' شیریں ان دونوں سے بولی تھی۔

''تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو، یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ یوں ہی انسانی ہمدردی میں یا اپنی غلطی پر شرمندہ ہونے کے سبب اتنی ملنساری اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کر رہے ہوں۔''

''میں نے یہ بال دھوپ میں براؤن نہیں کیے۔''

''جی ہاں معلوم ہے ہمیں، آپ نے بال ڈائی کروا کر براؤن کیے ہیں۔'' جویریہ جواباً فوراً بولی تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''لگالو شرط جتنے کی چاہو، موصوف علیا پر عاشق ہو چکے ہیں، آخر ہم نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں، شیریں طیب اڑتی چڑیا کے پر گن لیتی ہے۔''

اس کے دعوؤں کی صداقت کا فیصلہ آنے والے وقت کو کرنا تھا اسی لیے وہ دونوں مزید بحث کیے بغیر خاموش ہوگئیں۔ البتہ انہوں نے اپنی ان آراء سے علیا کو بے خبر ہی رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو خوانخواہ بے چاری کا دل ٹوٹ جائے گا (جو پہلے ہی پے در پے صدمات کا بوجھ اٹھا کر چکنا چور ہو چکا تھا۔)

علیا سے تمام تفصیل سنی تو پتا چلا خاتون اسی کے کالج میں پڑھاتی تھیں۔ علیا شکلاً ان کو پہلے سے جانتی تھی مگر چونکہ وہ ان لوگوں کی کلاس کو نہیں پڑھاتی تھیں اس لیے زیادہ واقفیت نہیں تھی۔

پریکٹیکل ہوا نہیں تھا، وہ وین والے کا انتظار کرنے کے بجائے پبلک بس سے گھر آجانے کا سوچتی ہوئی کالج سے نکلی تھی جب سامنے سے آتی تیز رفتار گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ خود کو بچانے کے چکر میں اس کا پیر بری طرح مڑا تھا اور وہ اوندھے منہ روڈ پر گر گئی تھی۔ گاڑی کو ایک دم بریک لگا کر روکتے ہوئے وہ موصوف اتر کر اس کے پاس آ گئے تھے اور پھر ابھی معذرت کر ہی رہے تھے کہ ان کی اماں بھی کالج سے برآمد ہو گئی تھیں۔ روڈ پر گرنے کی شرمندگی کی وجہ سے وہ فوراً ہی خود کھڑی ہو گئی تھی۔ گھٹنے میں سے اٹھنے والی ٹیسیں ناقابلِ برداشت تھیں۔ پھر وہ خاتون اسے جلدی سے گاڑی میں بٹھا کر قریب ترین کلینک لے گئی تھیں۔ بیٹے صاحب بھی فرماں برداری سے ساتھ ساتھ رہے تھے۔ وہاں سے بینڈیج کروا کر وہ اسے گھر چھوڑنے آئے تھے۔

''بہت افسانوی سچویشن ہوئی ہے تمہارے ساتھ۔'' ان تینوں نے ہم آواز ہو کر تبصرہ کیا تھا۔

اور پھر شیریں کا یہ دعویٰ کہ وہ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتی ہے سچ ثابت ہو گیا تھا۔ اگلے روز ان کا فون آیا تھا اور انہوں نے علیا سے خیریت پوچھنے کے بعد دادی جان سے بھی بات کی تھی۔ ان کے فون کا سنتے ہی وہ لوگ الرٹ ہو گئی تھیں۔ زرین نے فون سنتے وقت دادی جان کے تاثرات ملاحظہ کیے تھے اور شیریں اور جویریہ نے ان دونوں کی گفتگو ان ہی کی زبانی اپنے کمرے میں بیٹھ کر سنی تھی۔

وہاں سے باقاعدہ رشتہ آجانا علیا کے لیے ایسا تھا جیسے اسے ہفتِ اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔ پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

''میں نے اتنے سچے دل سے وظیفہ پڑھا تھا کیا اللہ تعالیٰ کو مجھ پر رحم نہ آتا۔'' وہ اتراتے ہوئے بولی تھی۔

''اور یہ وظیفہ بتایا کس نے تھا؟'' جویریہ نے آنکھیں نکالی تھیں۔

''اور اس سے بھی پہلے اس سب کے پیچھے ماسٹر مائنڈ کون تھا؟ کس نے شادی والی ترکیب سوچی تھی۔'' زرین نے ہاتھ نچائے تھے۔

''اور سب سے بڑی بات یہ کہ دادی جان کو بچیوں کی شادی کے لیے کس نے ہموار کروایا تھا۔ اب تو انہوں نے سوچنے کے لیے وقت مانگا ہے ورنہ تو صاف انکار کر دیتیں کہ ابھی بچی پڑھ رہی ہے۔'' اسے اپنا ایک اور کارنامہ یاد آیا تھا۔

گھر میں اس رشتے کے حوالے سے دو گروپ بن گئے تھے۔ ایک گروپ دادی جان کی سربراہی میں تشکیل پا چکا تھا جبکہ دوسرا گروپ طاہرہ آنٹی کا تھا۔ دادی جان ان کا کوئی اعتراض سننے کی روادار نہ تھیں۔ اپنے طور پر تمام چھان بین اور اطمینان کروا لینے کے بعد انہوں نے استخارہ بھی کر لیا تھا اور اب مکمل طور پر اس رشتے کے حق میں تھیں۔ اتفاق سے موصوف احسن معین کی جاب اوسلو میں تھی اسی لیے زرین کے ابو کے ذریعے ان کے چال چلن اور جاب وغیرہ کے بارے میں مکمل چھان بین کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔

''بچیاں جتنی جلد اپنے گھروں کی ہو جائیں اتنا اچھا ہے۔ اچھے رشتے روز روز نہیں ملتے اور کیا چاہتی ہو، پڑھا لکھا قابل داماد، اچھی جاب، صورت شکل بھی لاکھوں میں ایک، ماں باپ، بہن بھائی سب پڑھے لکھے، رکھ رکھاؤ والے، کھاتے پیتے، تمہاری بیٹی کے جتنے نخرے ہیں وہ سب بھی

آرام سے سہہ لیں گے۔''

دادی جان کا لہجہ دوٹوک اور سو فیصد ساسوں والا حکمیہ لہجہ تھا۔ زرین کا جملہ شاید انہیں بہت ہی پسند آ گیا تھا اسی لیے ہر بحث میں جملہ ضرور بولا جاتا تھا۔ طاہرہ آنٹی کی حمایت کرنے والے بھی رشتے کی خوبیوں کے معترف تو بہر حال تھے۔ سب یہ چاہ رہے تھے کہ بات منگنی یا بہت سے بہت نکاح پر آ کر ٹھہر جائے مگر وہاں مسئلہ یہ تھا کہ احسن کی چھٹیاں ختم ہو رہی تھیں۔ اسے واپس جانا تھا، اس کا تو چلو یہ تھا کہ چار پانچ مہینے بعد چھٹیاں لے کر دوبارہ آ جاتا مگر اس کی بہن جو کینیڈا سے آئی ہوئی تھی اس کا اتنی جلدی دوبارہ آنا ممکن نہیں تھا اور وہاں اکلوتی بہن کی بھائی کی شادی میں موجودگی بہت ضروری تھی۔ دوبارہ دو تین سال سے پہلے اس کا آنا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

دادی جان اور طاہرہ آنٹی کے درمیان جاری اس سرد جنگ اور کھینچا تانی کا فیصلہ آخر کار داجی نے کر دیا تھا۔ ظاہر ہے ان کا فیصلہ حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا تھا اور چونکہ یہ فیصلہ دادی جان کے حق میں ہوا تھا اس لیے ان چاروں بالخصوص علیا کی خوشی دیدنی تھی۔

''اف میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی میری دعائیں اس طرح قبول ہو جائیں گی۔ پتا ہے میں نے اکیس روز اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر یہی دعا کی تھی کہ ایسی جگہ سے رشتہ آ جائے جن کی یا تو نانی دادی مرنے والی ہوں یا پھر بھائی یا بہن میں سے کوئی فوراً باہر جانے والا ہو یا پھر وہ خود فوراً کہیں باہر جانے والے ہوں اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی۔'' اس کے بتانے پر وہ لوگ بے ساختہ ہنس پڑی تھیں۔

''ویسے میں نے ایک بار داجی سے سنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو فرمائشوں کی لسٹ دینے کے بجائے جامع دعائیں مانگنی چاہییں۔ تمہیں چاہیے تھا کہ یہ دعا مانگتیں کہ یا اللہ میری شادی خیر و عافیت کے ساتھ جلد ہو جائے۔''

جویریہ نے سمجھانا اپنا فرض سمجھا تھا۔ وہ اس کی نصیحت ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال کر اچھل اچھل کر خوشی کا اظہار کرتی رہی تھی۔

ہو میں تو بھول چلی بابل کا دیس

پیا کا گھر پیارا لگے......

مہندی سے لکھ دو ری ہاتھوں پہ سکھیو

میرے سانوریا کا نام، میرے سانوریا کا نام

وہ ایک کے بعد ایک گانا لہک لہک کر گا رہی تھی جب دانش اور علی نے کمرے میں جھانکا تھا۔ ان لوگوں نے اسے اشارے کیے تھے مگر محترمہ کو خوشی میں کچھ دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ وہ دونوں اندر آ چکے تھے اور اب کھڑے اس کی گلوکاری سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اچانک گاتے گاتے اس کی خود ہی نظر سامنے کھڑے دانش اور علی پر پڑی تو بے ساختہ ''چلو بھر پانی'' اور ''زمین پھٹنے'' والے محاورے یاد آئے تھے۔

''ویسے ایک بات ہے زرین! یہ علیا کی ہونے والی ساس کچھ ضرورت سے زیادہ ہی پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ اول تو ساس ہی خطرناک بلا کا نام ہوتا ہے اور وہ بھی پڑھی لکھی ساس۔ او مائی گاڈ ان کی تو چالیں بھی اس کی سمجھ میں مشکل سے آیا کریں گی۔ یہ ان کی انگلش کے پیچ و خم میں ہی الجھی رہ جائے گی اور وہ چالاکی سے اپنا کام کر جائیں گی۔''

دانش اس کی شرمندہ شکل پر ایک نگاہ ڈال کر بڑی سنجیدگی سے زرین سے مخاطب ہوا تھا۔

''اور بڑے بھائی! یہ بھی تو سوچیں کہ ہماری آپی تو نہ اردو لٹریچر میں اچھی ہیں نہ انگلش لٹریچر میں۔ آخر انہیں امپریس کرنے کے لیے یہ باتیں کیا کریں گی۔ اب وہ عام سی ساس تو ہیں نہیں جو ڈالڈا کے دسترخوان میں سے اتفاقاً کچھ اچھا پک جانے پر خوش ہو جائیں، وہ تو بہو کے منہ سے شیکسپیئر، شیلے، کیٹس کا ذکر سن کر ہی خوش ہو سکتی ہیں اور ہماری آپی کا تو یہ حال ہے کہ انہیں شیکسپیئر کے حوالے سے صرف اتنا معلوم ہے کہ ''دنیا ایک اسٹیج ہے۔'' ایسے میں یہ بے چاری کریں تو کیا کریں۔'' علی مذاق اڑانے میں کیوں پیچھے رہتا۔

''علی!'' جویریہ نے تنبیہی انداز میں آنکھیں دکھائی تھیں مگر وہاں پرواہ کسے تھی۔

''ارے یہ بھی کوئی پرابلم ہے، سیدھی سی بات ہے شیکسپیئر کا نام لے کر جو دل چاہے بول دیا کرنا، ویسے بھی اکثر لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ جو جو کچھ آنجہانی نے کہا بھی نہیں وہ سب اس سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ ساس حیران ہوں تو نروس ہوئے بغیر کہنا۔

''آنٹی! آپ اتنی پڑھی لکھی ہو کر بھی نہیں جانتیں کہ یہ بات شیکسپیئر نے ایک روز لنچ کرتے ہوئے کہی تھی، ایک دن جب وہ نہانے جا رہا تھا تب کہی تھی یا سونے سے پہلے ایک دن اس نے اپنی بیوی سے یہ بات کہی تھی۔''

دانش بڑے مخلصانہ انداز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔ اچانک ملنے والی خوشی اتنی زیادہ تھی کہ وہ ان لوگوں کے مذاق کا بھی برا نہیں مان رہی تھی۔ یہ خیال کتنا جاں فزا اور طمانیت بخش تھا کہ اب اس کی اس منحوس پڑھائی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جائے گی۔ اتنی اچانک رشتہ طے ہو جانا وہ بھی اتنے ہینڈسم بندے سے اور اس سے بڑھ کر کیا چاہیے تھا۔ ان لوگوں نے اس سے ٹریٹ مانگی تھی اور وہ بھی خوشی خوشی فوراً مان گئی تھی۔

''بس یار! میرا ہزار روپے سے اوپر بل نہیں بننا چاہیے۔''

گھر سے باہر نکلتے ہوئے اس نے حفظِ ماتقدم کے طور پر یاد دہانی کروائی تھی۔ جب وہ لوگ گاڑی میں بیٹھنے لگیں۔ خوب بن ٹھن کر علی اور چاچو کے دونوں سپوت بھی نازل ہو گئے۔ انہیں گاڑی میں بیٹھتا دیکھ کر علیا چلائی تھی۔

''تم لوگ کہاں گھس رہے ہو۔''

''اکیلے اکیلے دعوت اڑانے جا رہی ہیں۔ بچوں کو گھر پر چھوڑ کر۔ ارے ہم بچوں نے کھانا ہی کتنا ہوتا ہے، کیا ہو جاتا جو ہمیں بھی انوائیٹ کر لیتیں کہ میرے منے بھائیوں میں شادی کی خوشی میں تم لوگوں کو کھانا کھلانے لے جا رہی ہوں مگر نہیں صاحب چلو ہم بن بلائے مہمان بن جاتے ہیں۔''

وہ مکاری سے آنکھیں نچا کر بولا تھا۔ دانت پیستے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ چاچو کے لاڈلوں کو وہ بدتمیز ساتھ ہی اس لیے لایا تھا کہ ادھر وہ منع کرے گی ادھر وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر رونا شروع ہو جائیں گے اور دنیا والوں کی ہمدردیاں تو آنکھوں میں آنسو لیے معصوم بچوں کے ساتھ ہی ہوں گی۔ کسی اور کو کیا کہتی اس کی اپنی سکھیاں ریستوران میں بیٹھی سارے عہد و پیمان بھلائے دھڑا دھڑ ویٹر کو آرڈر دے رہی تھیں۔ ''فرائیڈ رائس، چکن ہانڈی، جلفریزی، فروٹ سلاد، روغنی نان، بہاری کباب، وہ دل پر ہاتھ رکھے ان ندیدوں کو دیکھ رہی تھی۔

☆

''تم ذرا سر جھکا کر شرافت سے بیٹھو۔ نانی بہت ناراض ہو رہی ہیں، تمہیں آنکھیں مٹکا تا دیکھ کر ابھی مجھے بلا کر کہہ رہی تھی کہ اسے کہو آنکھیں بند کر کے اور سر جھکا کر بیٹھے۔''

دلہن بنی علیا کے برابر بیٹھتے ہوئے زرین نے سرگوشی کی تھی۔ اس کی زبانی دادی جان کا پیغام سن کر وہ جلدی سے سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ جب سے اس کی شادی کی تاریخ طے ہوئی تھی طاہرہ آنٹی، دادی جان، شگفتہ آنٹی اور دلہن چچی رونے دھونے کے کافی سارے سیشنز کر چکی تھیں۔ ایک دوبار تو وہ تینوں بھی اس کی متوقع جدائی کا سوچ کر ان لوگوں کے ساتھ اس کارِ خیر میں شریک ہو چکی تھیں مگر وہ مجال ہے جو ایک مرتبہ بھی روئی ہو۔

''میری دعائیں قبول ہوئی ہیں، میں رو دھو کر ناشکری کیوں بنوں۔''

کل رات ان تینوں کو روتا دیکھ کر اپنے نہ رونے کی اس نے خاصی معقول وجہ بتائی تھی۔ جتنی آناً فاناً اس کی شادی ہو رہی تھی۔ ساری تیاری بھاگتے دوڑتے ہی ہوئی تھی مگر اس بھاگ دوڑ میں بھی ان تینوں نے مایوں، مہندی، شادی اور ولیمے کے فنکشنز میں پہننے کے لیے ایک جیسے کپڑے اور وہ بھی خوب اسٹائلش بنوائے تھے۔

''شادی ہونے پر اتنی پر جوش میں نے کوئی لڑکی نہیں دیکھی آج تک۔'' دو تین روز پہلے دانش نے خوشی خوشی اپنے جہیز کی مختلف چیزیں دیکھتی ہوئی علیا سے کہا تھا۔

''کہیں یہ خوشی امتحان سے جان چھوٹ جانے کی تو نہیں؟''

اس بات پر اس کا دل دھک سے رہ گیا تھا مگر چہرے پر سنجیدگی اور غصہ طاری کر کے اس نے اسے جھٹلانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اس نے یقین کیا تھا یا نہیں یہ سوال خاصا قابلِ غور تھا۔

علیا کے رخصت ہو جانے سے ان لوگوں کا کورم ٹوٹ گیا تھا۔ G-4 کا ایک انتہائی اہم رکن کم ہو گیا تھا۔ وہ لوگ اسے بہت مس کر رہی تھیں۔ اپنی پچھلے دنوں کی جانے والی تمام حرکتوں پر بھی اب وہ لوگ دل کھول کر ہنستی تھیں۔ کبھی جویریہ دا جی کی اعمالِ قرآنی اٹھا لانے پر ہنستی، کبھی زرین تائی اور شگفتہ آنٹی کی برین واشنگ کرنے پر کھلکھلاتی۔ شیریں ضرورتِ رشتہ کے اشتہار اور اسد بھائی سے کی جانے والی باتوں پر مسکرا دیتی۔ علیا کی شادی کے ساتھ ہی اسد بھائی کا بھی مریم کے ساتھ رشتہ طے ہو گیا تھا۔ سب کچھ بالکل ٹھیک ٹھاک اور ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق ہو گیا تھا۔ اب راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ علیا کی وجہ سے پڑھائی کے معمولات جو تھوڑے بہت ڈسٹرب ہو گئے تھے وہ لوگ انہیں بحال کر کے بڑی شد و مد سے اپنی اپنی اسٹڈیز میں الجھی ہوئی تھیں۔ جب ایک انہونی بات ہوئی تھی، بلکہ بات کیا باتیں۔

اس رات جویریہ کمپیوٹر پر اپنا اسائنمنٹ ٹائپ کر رہی تھی، شیریں زرین کو آرٹ اسکول میں عنقریب ہونے والی Exhibition اور اس میں اپنے کیے ہوئے کام کی تفصیلات بتا رہی تھی جب شگفتہ آنٹی کا بلاوا شیریں کے لیے آیا تھا۔ وہ اٹھ کر چلی گئی تو زرین بھی کتاب کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ کافی دیر تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی، اپنے اپنے کاموں میں مصروف ان دونوں نے ہی اس بات کو زیادہ محسوس نہیں کیا تھا۔ قریباً گھنٹہ بھر بعد وہ واپس آئی تو آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری ہوئی، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ وہاں سے روتی ہوئی ہی آئی ہے۔

''کیا ہے؟ شگفتہ آنٹی نے کسی بات پر ڈانٹا ہے کیا؟'' وہ دونوں سب کام وام چھوڑ چھاڑ کر اس کے پاس آئی تھیں۔

''نادر شاہی حکم سن کر آ رہی ہوں ممی اور دادی جان کا۔ وہ چھوٹے ماموں کے عدنان کے ساتھ میرا رشتہ طے کر رہی ہیں۔'' وہ بولتے بولتے رو پڑی تھی۔

''کیا رشتہ؟'' وہ دونوں چلائی تھیں۔

''ہاں ہاں رشتہ، وہاں سب بیٹھے ہوئے تھے دادی جان، ممی، طاہرہ آنٹی۔ میرے منع کرنے پر دادی جان اور ممی دونوں نے ڈانٹنا شروع کر دیا کہ منہ پھٹ اور بدتمیز ہوگئی ہے۔ علیا کی مثالیں دی گئی کہ کیسے بڑوں کے فیصلے پر سر جھکا دیا۔ حالانکہ اس کے امتحان سر پر تھے لیکن اس نے پھر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا اور میں صرف منگنی ہونے پر واویلا کر رہی ہوں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولی تھی۔

''بہت تم نے دادی جان کی برین واشنگ کی تھی نا کہ بچیاں جتنی جلد اپنے گھروں کی ہو جائیں اتنا اچھا ہے۔ یہ کیوں بھول گئی تھیں کہ اتفاق سے بچیوں کے دائرے میں ہم لوگ بھی آتے ہیں۔ ممی صاف صاف کہہ رہی تھیں کہ پڑھائی کو وبال جان بنانے کی ضرورت نہیں۔ شادی اگلے سال عدنان کی ٹریننگ کمپلیٹ ہوجانے پر ہوگی اور میری پڑھائی، میرا کیریئر وہ جائے جہنم میں۔''

وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ وہ دونوں اسے چپ کرانے یا دلاسا دینے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھیں۔ عجیب سکتے کی سی کیفیت میں دونوں منہ پھاڑے اسے روتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

''اور تمہیں مجھ سے بہت ہمدردی محسوس ہو رہی ہے مگر دل ہی دل میں خوش بھی ہوگی کہ تم تو بچی ہوئی ہو مگر بے فکر رہو تمہارا بندوبست دانش کے ساتھ کرنے کا اہتمام ہو رہا ہے۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے جویریہ سے بولی تھی۔ لہجہ مکمل طور پر طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔

''کیا بکواس ہے یہ۔'' جویریہ غصے سے چلائی تھی۔

''یہ بکواس نہیں ہے، کر چکیں تم کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز اور لے چکیں آئی ٹی میں خوب ساری ڈگریاں۔ اب بیٹھ کر سالن بھونا کرنا اور سیاں جی کی ناز برداری کرنا۔ ویسے بھی بچیاں جتنی جلد اپنے گھر کی ہو جائیں اتنا اچھا ہوتا ہے۔''

وہ مسلسل طنز کے تیر برسا رہی تھی۔

''میرے ساتھ کوئی زبردستی کر کے دیکھے، میں اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی۔'' جویریہ شدید ترین اشتعال کے زیر اثر چلائی تھی۔

پھر اس کے بعد ان تینوں نے آپس میں کوئی بھی بات نہیں کی تھی۔ ساری رات شیریں کی سسکیاں ان دونوں کو دکھی کرتی رہی تھیں۔

جویریہ کا خود بھی دل انجانے وسوسوں میں مبتلا تھا۔ کہنا آسان ہے کرنا مشکل، گھر کے بڑوں سے براہ راست ٹکر لینا اتنا سہل نہیں تھا۔

علیا کی شادی کے بعد سے وہ تینوں ایک ہی کمرے میں سونے لگی تھیں۔ زرین کا کمرہ اسٹڈی روم کے طور پر استعمال ہونے لگا تھا۔

صبح سو کر اٹھیں تو تینوں کے سر بھاری بھاری اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ سب کے سوال جواب سے بچنے کے لیے بجھے دل سے ناشتہ کر کے وہ لوگ واپس کمرے میں آ کر ادھر ادھر پڑ گئی تھیں۔ شیریں اور جویریہ اپنے اپنے غموں کے ساتھ اور زرین مسلسل کوئی ''ترکیب'' سوچنے میں

مصروف۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آتی ہوئی علیا کو زرین نے مسکرا کر جبکہ شیریں اور جویریہ نے گھور کر دیکھا تھا۔

''ساری مصیبت اس منحوس ہی کی تو لائی ہوئی ہے۔'' وہ دونوں اسے ویلکم کہنے کھڑی بھی نہیں ہوئی تھیں۔

''آؤ علیا! اکیلی آئی ہو، احسن بھائی نہیں آئے؟''

زرین نے اسے گرمجوشی سے گلے لگایا تھا مگر نا اسے اپنی بات کا کوئی جواب ملا تھا اور نہ ہی وہ گلے لگنے کے بعد واپس ہٹی تھی۔ اچانک زرین کو محسوس ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔ اپنے کندھے پر نمی محسوس کر کے وہ پریشان ہو گئی تھی۔

''تم رو کیوں رہی ہو، کیا بات ہوئی ہے، ارے جلدی بولو میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔''

وہ اپنے کندھے پر رکھے اس کے سر کو ہٹاتے ہوئے فکرمندی سے پوچھ رہی تھی۔ شیریں اور جویریہ نے بھی چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جواب میں کچھ کہنے کے بجائے بیڈ پر گر کر رونے لگی تھی۔ اب تو وہ دونوں بھی اپنی اپنی ناراضی بالائے طاق رکھ کر اس کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ پانچ دس منٹ تک روتے رہنے کے بعد جب وہ خود ہی چپ ہو گئی اور دوپٹے سے آنسو صاف کرتی ہوئی اٹھ کر بیٹھی تو ان لوگوں کے کچھ پوچھنے سے پہلے خود ہی بولی۔

''شادی ہی میرے مسئلے کا واحد حل تھی۔ شادی ہو جانے کے نتیجے میں میں پڑھائی اور امتحان سے چھٹکارا پانے والی تھی۔ اس لیے کہ شادی کے بعد سسرال والے اور شوہر لڑکی کو تعلیم جاری نہیں رکھنے دیتے۔''

وہ عجیب پاگلوں جیسی باتیں کر رہی تھی۔ وہ لوگ اس کی باتوں کا مقصد جاننے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''مگر میرے سسرال والے ایسے نہیں ہیں اور شوہر تو ایسے ہرگز بھی نہیں ہیں۔ انہیں عین امتحانوں کے دنوں میں شادی ہونے پر بھی خاصا اعتراض تھا مگر اپنی بہن کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے۔ میں آرام سے پیپر ز دے لوں، پریکٹیکلز وغیرہ سے فارغ ہو جاؤں پھر وہ مجھے اپنے پاس ناروے بلوائیں گے۔ ہم کہیں ہنی مون پر نہیں جا رہے اس لیے کہ میری پڑھائی کا پہلے ہی شادی کی وجہ سے کافی حرج ہو چکا ہے۔ آگے ان کا ارادہ مجھے اور گینک کیمسٹری میں ماسٹرز کروانے کا ہے کہ ان کی خواہش ہے کہ ان کی بیوی خوب پڑھی لکھی اور ان کے جتنی لائق فائق ہو۔ میرے یہ کہنے پر کہ میں اگلے سال پیپرز دے لوں گی انہوں نے مجھے سختی سے ڈانٹ دیا ہے اور آج یہاں اسی لیے لائے ہیں کہ میں اپنے نوٹس اور کتابیں وغیرہ لے سکوں۔ امتحان شروع ہونے میں صرف دو دن جو رہ گئے ہیں۔''

بڑا کاٹ دار تھا اس کا لہجہ، وہ تینوں ابھی رات والے صدمے سے ہی نہیں سنبھلی تھیں کہ اب یہ افتاد آن پڑی تھی۔

''پہلے صرف مما کی ڈانٹ اور گھر والوں کے سامنے ذلیل ہونے کا خوف تھا۔ اب شوہر کی پھٹکار اور سسرال میں فیل ہو جانے کے نتیجے میں ہونے والی ذلت کا تصور بھی شامل ہو گیا ہے۔ وہاں سارے خاندان میں بہو کے امتحان دینے کی دھوم ہے۔ ساس نے کہا ہے کہ میری بہو کی فرسٹ ڈویژن آئی تو میں اسے پرل کا سیٹ گفٹ کروں گی اور احسن کو اتنے دنوں میں شک ہو گیا ہے کہ میں پڑھائی سے بھاگتی ہوں، لہٰذا انہوں نے مما سے بھی زیادہ خطرناک انداز میں دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں۔ کہہ رہے ہیں کہ اگر فیل ہوئی تو اپنے پاس بلواؤں گا نہیں۔ جس دن

B.Sc پاس کرلوگی اسی دن اپنے پاس بلوالوں گا۔''

احسن کا جملہ دہراتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل کی تھی۔

''اس سے تو میں شادی سے پہلے اچھی تھی۔ زرین سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ بڑی عالی شان ترکیب سوچی تھی۔'' وہ اپنے اوپر الزام رکھے جانے پر کبیدہ خاطر تو ہوئی مگر جان سے پیاری دوست اور کزن کی دلجوئی بھی ضروری تھی۔ اس لیے اطمینان دلانے والے انداز میں بولی۔

''تم پریشان مت ہو، مجھے سوچنے دو، کوئی نہ کوئی تدبیر نکل آئے گی۔''

اس کے یہ کہنے کی دیر تھی وہ تینوں ایک ساتھ اس پر حملہ آور ہوگئی تھیں۔

''ایسی کی تیسی تمہاری ترکیبوں کی۔''

''اس شیطانی دماغ نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔''

ارے میری بات تو سنو علیا! سچ میرے ذہن میں احسن بھائی کو رام کرنے کی ترکیب آگئی ہے۔''

''اب اس کی کسی بکواس پر کان مت دھرنا۔''

''بچیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائیں اتنا اچھا ہوتا ہے، ہے نا۔ آج اسے چھوڑنا مت۔''

وہاں بھانت بھانت کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کمرہ مچھلی بازار کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ شور سن کر سب سے پہلے علی بھاگتا ہوا آیا تھا۔

''آج کی تازہ خبر، G-4 میں پھوٹ پڑ گئی۔ تمام ارکان تکیوں، کشنز، کتابوں اور کاپیوں سمیت ایک دوسرے پر حملہ آور ہو چکے ہیں، لگتا ہے اب G-4 ج، G-4 ش اور G-4 ص تشکیل پا کر ہی رہیں گے۔'' وہ سب کو اطلاع دینے بھاگا تھا۔

